آسمانی کڑک

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ

اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹی تہمت لگائے یا یوں کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اس کے پاس کسی بات

إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَن قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ (سورۃ الانعام)

کی بھی وحی نہیں آئی اور جو شخص کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسی طرح کا میں بھی لاتا ہوں۔

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب

آسمانی کرشمہ

تالیف

خاکسار ابو البیان محمد داؤد پسروری

جسمیں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کاذب اور مفتری ہونے

کے ثبوت میں نہایت روشن دلائل اور محققانہ ابحاث درج ہیں

زیر نگرانی

قبلہ والدی و مولائی حضرت مولانا نور احمد صاحب مدظلہ

چوک فرید امرتسر (پنجاب)

بمطبع دار الکتب ... پریس امرتسر میں باہتمام شیخ غلام یٰسین پرنٹر طبع ہوئی

قیمت علاوہ محصولڈاک صرف ۸ر

سلسلۂ اشاعت نمبر ۱۱

تعداد اشاعت ایکہزار - بار اول

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اَلتَّوطِئَۃُ

حشر تک شمع شریعت تو رہیگی روشن
جلکے ہو جائینگے ہاں! خاک بجھانے والے

آج دین ومذہب مصائب کے نرغے میں ہے، گلشن اسلام پامال خزاں ہونیکو ہے، دنیاوی ابتلاء کا سلسلہ منازلِ ترقی پر ہے، مسلمان صعوبتوں اور کلفتوں کے آماجگاہ بنے ہوئے ہیں اطمینان وطمانیت قلبی سے محروم پڑے ہیں، حوادث وسوانح، مصائب وآلام کے ہدف بنے ہوئے ہیں۔

دنیا انکے تباہ وبرباد، نیست ونابود کرنے میں ساعی وکوشاں ہے، انکی مخالفت، معاندت اور مخاصمت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتی، غرضیکہ ہر سمت، ہر جہت، ہر طرف سے انپر مصائب کے ابر ٹوٹ پڑے ہیں، اور انکی حالت یہ ہوگئی ہے۔کہ زبان حال سے پکارتے پھرتے ہیں ؎

آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں
تو ہائے گُل پکار، میں چلاؤں ہائے دل

مگر پھر بھی یہ ان حوادث ووقائع سے عبرت حاصل نہیں کرتے، بلکہ اپنے مذہب، اپنے دین اور اپنے آئین کے مقدس، مطہر اور مسلّمہ اُصولوں سے بے بہرہ اور غافل پڑے ہیں، اور اپنے اہم مذہبی فرائض کو فراموش ونسیاً منسیاً کئے بیٹھے ہیں،

مصائب وآلام مذہب سنکر انکے قلوب بیقرار اور انکی چشم اشکبار نہیں ہوتیں، کمالِ اسلام کا زوال اور نورِ اسلام کا انطفاء ہوتا ہے، مگر یہ آنکھ نہیں کھولتے، ان کی چتوں نہیں بگڑتی اور انکے تیور میلے نہیں ہوتے ؎

وائے بر ما نوائے بر حالِ ما   کفر دارد عار بر اسلام ما

فی الحقیقت ایام موجودہ، اہل اسلام کی غفلت ونادانی کی بوقلموں کے لئے یادگار رہینگے

کہ جنہیں بعض نام نہاد مفسد مسلمانوں نے محض اپنے حصولِ مفادِ ذاتی کی خاطر اسلام اور پیغمبر اسلام کی اشد شدید علانیہ بے حرمتی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، غیروں کو کیا کہیے، ان سے توقع ہی کیسی تھی، مگر اسے کیا کیجیئے، کہ حیات کی اس کشمکش جدیدہ میں ہمارے اپنے ہاتھ ہی نبض کی تپشِ آخری کو معلوم کرنیکے لئے گلوگیر ہیں ؎

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی، گھر کے چراغ سے

مرزا صاحب اور ان کی دل خراش دجگر سوز کتب کو ملاحظہ کر لیجئے، جنہیں سوائے توہین انبیائے کرام وتذلیل مشائخ عظام وتکفیر علمائے ہمام کے اور کچھ نہیں پایا جاتا، یہ ایک ایسا واقعہ ہے، کہ جس سے ہر مومن متنفس کے قلب کے اندر غم وملال اور حزن وماتم کی بھٹیاں سُلگیں گی، اور ان کا دھواں اسکے لئے باعثِ افزونی عذابِ جہنم ہوتا رہیگا ؎

آہ جو دل سے نکالی جائے گی　　کیا سمجھتے ہو، کہ خالی جائیگی

بڑے بڑے صاحبان سلطنت مدعیاں عقل وادراک، فہم وتدبیر نے اسلام کو تنزل پہونچانے میں آرا، وخیالات ظاہر کئے، اور اسکو نیست ونابود کرنیکے لئے غلغلہ فلک پاش اور طنطنہ زلزلہ آفرین کے ساتھ اسکی بربادی کی تجاویز مختلفہ کی تائید کی، اور سعی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، مگر اسکا بال تک بیکا نہ کر سکے، تو یہ بیچارے مرزا جی ان کے مقابلہ میں کیا ہستی رکھتے ہیں؟

جب مسیلمہ کذاب جیسے مدعی نبوت جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دعوٰی نبوت کیا، اور عرصہ قلیل ہی میں ایک لاکھ سے زائد اس کے پیرو ہوگئے، اس کی یہ حالت ہوئی، کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوا، اور آج دنیا میں اسکا کوئی نام لیوا باقی نہیں، تو یہ مرزا صاحب اس کے آگے ہیں کیا چیز؟

بہرحال اس پر سکوت وخاموشی سے کام لینا موزوں اور مناسب نہ سمجھا، اور ضرورت محسوس ہوئی، کہ اس کی سرکوبی اور دفعیہ کیا جائے، تاکہ عوام کے اعتقاد اس کی موادِ فطرت کی ہواؤں اور جہالت کے بخارات سے متعفّن اور گندے نہ ہونے پائیں ؎

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم یوں فریاد کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتیں!

چونکہ مرزائی صاحبان عوام کو دام تزویر میں لانیکے لئے مرزا صاحب کی صداقت میں قرآن شریف کی آیات یا احادیث سے معیار پیش کیا کرتے ہیں، اسلئے بہت مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ کتاب کی ابتدا انہی معاییر کی تردید سے کیجائے، گو معاییر ہمیشہ سچے نبی کیلئے ہی ہوا کرتے ہیں، اور جھوٹے اور کاذب ملہم کے لئے نہیں ہوتے، تاہم جواب ہی کی خاطر ان معیاروں کی تردید کر کے انہی پر پرکھکر مرزا صاحب کی نبوت، مجددیت مہدویت اور مسیحیت کا ناظرین کے روبرو راز طشت از بام کیا جائیگا، جو منصف مزاج کیلئے کافی اور طالب حق کے لئے وافی ہوگا، انشاء اللہ تعالےٰ

یاد رہے، کہ اس کتاب میں چھ ابواب ہیں، جنکی تفصیل کیلئے فہرست مضامین ملاحظہ ہو

باب اول

مرزائی صاحبان کیطرف سے مرزا صاحبکے صدق میں پیش کردہ معیار اور اونکی تردید

پہلا معیار

اور

اس کی تردید

سب سے بڑا معیار جو مرزائی صاحبان مرزا صاحب کی صداقت میں پیش کیا کرتے ہیں، اور جس پر انکو ناز ہے، وہ یہ ہے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝	یعنی اس سے بڑھکر کون ظالم ہو سکتا ہے، جو اللہ تعالےٰ پر جھوٹ باندھے، یا اسکی آیات کو جھوٹلائے، اسمیں شبہ نہیں، کہ ظالم فلاح نہیں پائینگے -

آیت بالاسے یہ امر ثابت کرنیکی کوشش کیا کرتے ہیں، کہ اگر مرزا صاحب فی الحقیقت کاذب ہوتے، یا اگر وہ اللہ تعالےٰ پر افترا باندھتے، اگر وہ دعوائے نبوت میں بطلان پر ہوتے، اگران کا یہ قول کہ میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے نبی مبعوث ہوکر آیا ہوں، جھوٹ ہوتا، تو اُنکو دنیا میں ہرگز ہرگز فلاح وکامیابی نصیب نہ ہوتی -

اب سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے، کہ (۱) کیا کامیابی سے مراد زیادہ دیر تک زندہ رہنا ہے (۲) یا کامیابی سے مراد جماعت متبعین کا زیادہ بڑھ جانا ہے (۳) یا کامیابی سے مراد اموال واولاد کا زیادہ ہو جانا ہے ؟

ہاں! اگر کامیابی سے مراد زیادہ دیر تک زندہ رہنا ہے، تو تبلائیے، کہ فرعون جس نے چار سو برس تک حکومت کی، اور اسکے عروج وغرور کی یہاں تک نوبت پہنچی، کہ قَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کہکر خدائی تک کا دعوی کر دیا، قرآن اسپر شاہد ہے، لیکن اس سرکشی، اس افتراء پردازی، اس بغاوت، اس مطلق العنانی اور اس ظلم کے باوجود وہ ایسا کامیاب رہا، کہ اس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی، چار سو برس تک حکومت کی، اور اس مدت دراز اور عرصہ طویل میں اُس کو بخار تک نہ آیا، ہر طرح کی نفسانی خواہشات اور ہر طرح کی دلی مرادیں پوری ہوئیں، ایسے مفتری، ایسے کاذب، ایسے گمراہ اور ایسے نافرمان کو تو ایک منٹ، ایک ساعت ایک لحظہ اور ایک آنِ واحد کی مہلت نہیں دینی چاہیئے تھی، اس کو کیوں اتنی مہلت ملی، اور کیوں اتنا موقع دیا ؟

قرآن شریف بھی اسکو پکار پکار کرکہتا ہے، وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی کہ وہ ٹوٹے گھاٹے اور نقصان میں رہا، تو معلوم ہوا، کہ کامیابی اور فلاح سے مراد زیادہ دیر تک زندہ رہنا ہرگز ہرگز نہیں،

فرعون نے مخلوق سے اپنی خدائی منوا کر خلق کو گمراہ کیا، اس کی گمراہی ایک کاذب اور جھوٹے ملہم کی گواہی سے لاکھ حصہ زیادہ ہے، کیونکہ اسنے تو منعم اصلی اور خالق حقیقی کے ساتھ زور وشور سے مقابلہ کیا، مگر اس قہار کی آتش غضب نے ایسے مفتری اور ایسے

کاذب کو چار سو برس کی مہلت دی، پھر کیا وجہ ہو سکتی ہے، کہ ایسا سخت مجرم گمراہ کرنے والا تو جلد ہلاک نہ ہو، اور جھوٹا مدعی الہام جلد ہلاک کیا جائے، اسے کوئی عقل سلیم باور نہیں کر سکتی اس کو چھوڑیئے، صلح بن طریف کی طرف دیکھیئے، اس نے دعوی نبوت کے ساتھ مہدویت کا بھی دعوےٰ کیا، اور سینتالیس برس حکومت اور نبوت کی، اور پھر یہ کہ وہ مرا نہیں گیا، بلکہ تاریخ میں لکھا ہے، کہ وہ اس عرصہ کے بعد مشرق کی جانب چلا گیا، اور کہا کہ تمہاری ساتویں پشت کا جو بادشاہ ہوگا، اس وقت میں لوٹ کر آؤنگا، ملاحظہ ہو۔

كَانَ ظُهُورُ صَالِحٍ هٰذَا فِي خِلَافَةِ هِشَامِ ابْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ مِنْ سَنَةِ سَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ مِنَ الْمِائَةِ الثَّانِيَةِ مِنَ الْهِجْرَةِ ثُمَّ زَعَمَ اَنَّهُ الْمَهْدِيُّ الْاَكْبَرُ الَّذِيْ يَخْرُجُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ وَاَنَّ عِيْسٰى يَكُوْنُ صَاحِبَهٗ وَيُصَلِّيْ خَلْفَهٗ الخ

یعنی اس نے ۱۲۷ھ ہجری میں دعویٰ نبوت کے بعد یہ کہا، کہ میں مہدی اکبر ہوں، جو آخر وقت میں ظہور کریں گے، اور عیسیٰ علیہ السلام ان کے ہمراہ ہوں گے، اور ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے الخ

(تاریخ ابن خلدون جلد ۶ صفحہ ۲۰۷)

اب سوال یہ ہے، کہ یہ تو مدعی نبوت تھا، اس کو کیوں اتنی مہلت ملی، تو معلوم ہوا، کہ کامیابی سے مراد زیادہ دیر تک زندہ رہنا ہرگز ہرگز قطعی طور پر نہیں۔

ہاں! اگر کامیابی اور فلاح سے مراد متبعین کا زیادہ ہونا ہے، تو بتلائیے، کہ مسیلمہ کذاب جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نبوت کا دعوی کیا، اور قلیل عرصہ ہی میں ایک لاکھ سے زائد اسکے مقلد و پیرو بن گئے، اور مقابلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ایک بہت قلیل تعداد تھی، تو کیا وہ نبی تھا، کیا وہ رسول برحق تھا؟ نہیں ہرگز نہیں، بلکہ کاذب و مفتری تھا، تو معلوم ہوا، کہ کامیابی سے مراد متبعین کا بڑھ جانا ہرگز نہیں۔

دوسرے احادیث ہمیں یہ بتلاتی ہیں، کہ دنیا میں ایسے نبی بھی مبعوث ہوئے جنپر ایک بھی ایمان نہ لایا، اور کئی ایسے بھی آئے، کہ انپر ایک یا دو ایمان لائے، چنانچہ احادیث ذیل سے خوب واضح اور اظہر من الشمس ہو جائیگا، غور سے ملاحظہ ہو۔

لَمْ يُصَدَّقْ نَبِيٌّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ مَا صُدِّقْتُ وَاِنَّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ مَا يُصَدِّقُهٗ مِنْ اُمَّتِهٖ اِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ

حضور فرماتے ہیں، کہ جس قدر لوگوں نے مجھے مانا، کسی نبی کو نہیں مانا، اور بعض انبیاء ایسے گذرے، جنہیں ایک ہی شخص

(صحیح مسلم)

نے مانا۔

دوسری حدیث میں ہے، کہ

(۱) عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ وَالنَّبِيَّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ

(مسلم ج ۲)

آپ فرماتے ہیں، کہ کشفی حالت میں میرے سامنے انبیاء علیہم السلام کی اُمتیں پیش کی گئیں، میں نے دیکھا، کہ بعض انبیاء کے ہمراہ چند آدمی ہیں، اور بعض کے ہمراہ دو ایک ہیں، اور بعض ایسے ہیں، کہ ان کے ہمراہ ایک امتی بھی نہیں۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے، کہ

(۲) خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَجَعَلَ يَمُرُّ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيُّ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ (بخاری۔ مسلم)

ایک روز آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے، اور فرمایا، کہ انبیاء کی امتیں مجھپر پیش کی گئیں، میرے سامنے سے ایک نبی گذرے، انکے ہمراہ ایک ہی اُمتی تھا، دوسرے نبی گذرے، انکے ہمراہ دو امتی تھے، ایک اور گذرے، انکے ہمراہ چند امتی تھے، اور بعض نبی ایسے گذرے، جنکے ہمراہ ایک امتی بھی نہیں تھا۔

علاوہ ازیں قرآن شریف بھی گواہی دیتا ہے، کہ حضرت نوح علیہ السلام پر باوجود قریباً ایک ہزار برس تبلیغ کے بہت تھوڑے اور قلیل تعداد میں ایمان لائے، وَمَا اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ +

اب تو یہ بات کافی پایہ ثبوت کو پہونچ گئی، کہ کامیابی سے مراد متبعین کا بڑھ جانا ہرگز نہیں، اور اس سے یہ مراد لینا نعوذ باللہ قرآن و حدیث کے خلاف عقیدہ رکھنا اور ان انبیاء کی نبوت سے انکار کرنا ہے۔

سوئم اگر کامیابی سے مراد اموال و اولاد کا زیادہ ہونا ہے، تو یہ خیال قطعی غلط اور سراسر لغو بیہودہ ہے، کیونکہ یہ احادیث نبویہ اور نصوص قرآنیہ کے بالکل خلاف ہے۔

قرآن شریف تو ببانگ دہل ڈنکے کی چوٹ پکار پکار کر کہہ رہا ہے، کہ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ تمہارے اموال و اولا فتنہ ہیں۔

نیز جبکہ آنحضرت (صلعم) نے دُنیا کی حیثیت سے آگاہ فرمادیا ہو۔ اور اسکو اور وما فیہا کو ملعون قرار دیدیا ہو، جیسا کہ احادیث ذیل سے واضح ہوتا ہے۔

(۱) لَوْکَانَتِ الدُّنْیَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ مَا سَقٰی کَافِراً مِنْہَا شَرْبَۃً (مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

یعنی اللہ تعالےٰ کے نزدیک دنیا کی حقیقت اگر مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی، تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی دُنیا میں نہ ملتا۔

دوسری حدیث میں ہے
(۲) اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِیْہَا اِلَّا ذِکْرَ اللّٰہِ وَمَا وَالَاہُ اَوْ عَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ +
(ترمذی - ابن ماجہ)

خبردار دنیا پر اللہ کی لعنت ہے، جو کچھ دنیا میں ہے، اُس پر اللہ کی پھٹکار ہے، مگر اللہ کا ذکر اور عالم اور متعلم اور وہ اعمال صالحہ جنہیں اللہ تعالےٰ پسند کرتا ہے، اس سے مُستثنےٰ ہیں۔

تو پھر اموال و اولاد کی ترقی اور دنیوی کامیابی کو کامیابی کہنا غلطی، کوتاہ فہمی، کم عقلی اور بددینی پر مبنی نہیں، تو اور کیا ہے؟ یہ کیسے ممکن ہوسکتا، کہ احادیث نبویہ اور نصوص قرآنیہ تو جس چیز پر لعنت و پھٹکار بھیج رہی ہوں، اسکے حصول کو فلاح اور کامیابی سمجھا جائے، معلوم ہوا، کہ کامیابی سے مراد دنیوی فلاح اور دنیوی کامیابی ہرگز ہرگز نہیں بلکہ اس فلاح سے مُراد فلاحِ اُخروی ہے، قرآن شریف بھی متعدد جگہ اس امر کی خوب زور سے توضیح و تشریح اور تائید کرتا ہے، جیسے وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ۔

لہٰذا اسکو مرزا صاحب کی صداقت کا معیار ٹھیرانا عوام الناس کو فریب اور دھوکا دینا اور نصوص قرآنیہ کے معانی کو بگاڑنا ہے ؎

دام تزویر بنا رکھا ہے، قرآن کریم ۔۔۔ کار افسانہ حدیثوں سے لیا کرتے ہیں

دوسرا معیار

اور

اسکی تردید

دوسرا معیار جس کے متعلق مرزائی حضرات دعوی کیا کرتے ہیں، کہ اس کا جواب غیر ممکن

ہے، وہ یہ ہے -

لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ	یعنی اگر یہ (پیغمبر) ہمارے ذمہ کچھ (جھوٹی) باتیں لگا دیتے
لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ	یعنی جو کلام ہمارا نہ ہوتا، اُسکو ہمارا کلام کہتے، اور
لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ٥ فَمَا مِنْكُمْ	نبوت کا جھوٹا دعوٰی کرتے، تو ہم انکا داہنا ہاتھ پکڑتے
مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ٥	توپھر ہم انکی رگ گردن کاٹ ڈالتے، توپھر تم میں کوئی
	ان کا اس سزا سے بچانیوالا بھی نہ ہوتا -

آیت بالا سے یہ امر ثابت کرنیکی کوشش کیا کرتے ہیں، کہ جھوٹا مدعی نبوت تیئیس برس تک زندہ نہیں رہ سکتا، وہ اسطرح کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چالیس برس کی عمر میں دعوٰی نبوت کیا، اور تریسٹھ برس کی عمر میں آپنے وفات پائی - لہٰذا یہ زمانہ نبوت جو تیئیس برس بنتے ہیں، سچے نبی کے لیئے معیار صداقت ہوئے، یعنی اگر کوئی شخص دعوٰے نبوت کرے، اور پھر تیئیس برس تک اسکی نبوت کا زمانہ رہے، تو وہ سچا نبی ہوگا -

یہاں پر آیت کے معنے اُلٹ پلٹ کر کے ایسے من گھڑت مرضی بموافق مفہوم نکالا گیا ہے جس کو کوئی ذی عقل، سلیم الفطرت ماننے کیلیئے تیار نہیں -

سب سے قبل ہم یہ کہتے ہیں، کہ تَقَوَّلَ کی ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف راجع ہے، یہ قضیہ شخصیہ ہے، کلیہ نہیں، پھر اس سے نبی بالعموم کیوں مراد لیا جاتا ہے؟ ہاں! اگر فرض بالمحال نبی بالعموم مراد لیا بھی جائے، توپھر ضروری ولابدی ہے، کہ پہلے سچا نبی ہو، توپھر جھوٹ بولے، توپھر خداوند تعالیٰ اُس کو جلد ہلاک کر دیتا ہے، مرزا صاحب سچے نبی نہیں تھے، لہٰذا ہلاک نہیں ہوئے،

دوسرے یہ کہ آیت مذکورہ بالا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا بڑے زور سے اظہار کرتی ہے، اور بتاتی ہے، کہ یہ غیر ممکن ہے، کہ نبی جھوٹ بولے، کیونکہ لَوْ محال کے لیئے آتا، یعنی یہ امر محال ہے، کہ نبی جھوٹ بولے، جیسے لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا یعنی یہ امر محال ہے، کہ اللہ تعالےٰ کے علاوہ کوئی اور خدا بھی ہو -

نیز یہ معیار بوجوہ ذیل لغو، باطل، اور مبنی علی الکذب ثابت ہوتا ہے -

اوّل :- جب آیت کا مطلب یہ ہے، کہ مفتری جلد ہلاک کیا جاتا ہے، تو تیئیس برس کی مدت معیار صداقت نہیں ہوسکتی، اسلیئے کہ تیئیس برس سے کچھ کم مدت مثلاً بائیس

برس اور چند مہینے کو کوئی ذی شعور جلدی نہیں کہ سکتا۔

دوئم:۔ جن سچے نبیوں کی صداقت کا زمانہ تئیس برس سے کم ہے، وہ حضرات بھی سچے ثابت نہیں ہو سکتے، (نعوذ باللہ منہ)

سوئم:۔ جب آیت کے معنے کی صحت آنحضرت (صلعم) کی وفات پر موقوف ہے تو قبلِ وفات آیت کے صحیح معنے معلوم نہیں ہو سکتے، اور اس سے لازم آتا ہے، کہ خود آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آیت کے صحیح معنے نہیں سمجھے ہوں۔ (نعوذ باللہ منہ)

چہارم:۔ جب یہ آیت آنحضرت کی نبوت کی صداقت ثابت کرنیکے لئے استدلالاً پیش کی گئی ہے، اور یہ ظاہر ہے، کہ نبوت کی صداقت کا ثبوت نبی کی زندگی میں ہونا چاہیئے اور جب اسکے معنے کی صحت آپ کی وفات پر موقوف ہے، تو پھر آپ کی زندگی میں یہ صدقِ نبوت کی دلیل کیونکر ہو سکتی ہے؟ اور آپنے یہود و نصارٰی وغیرہ مخالفین کے مقابلہ میں اُس کو کیونکر پیش کیا؟

اسکے علاوہ انکے بطلان کا سب سے بڑا ثبوت ہمارے پاس یہ ہے، کہ ہم کئی جھوٹے مدعی نبوت دیکھتے ہیں، کہ جنہوں نے تئیس برس سے کہیں زیادہ نبوت کی، صالح بن طریف کیطرف دیکھ لیجیئے، کہ سینتالیس برس نبوت اور حکومت کی، تاریخ ابن خلدون کے ورق اُلٹ کر ملاحظہ کر لیجیئے، کہ اسکو کتنی کامیابی نصیب ہوئی، تو کیا وہ مرسل من اللہ تھا، کیا وہ سچا رسول تھا؟ اس معیار کے مطابق تو اُسکو سچا ماننا پڑیگا، ورنہ آپ کا معیار غلط اور لغو ہو گا ہاں! اگر یہ کہا جائے، کہ تاریخ پر اعتبار نہیں، تو میں کہتا ہوں، کہ مرزا صاحب ہمیشہ تاریخی ثبوت پیش کرتے رہے ہیں، چنانچہ مسیح کی قبر کشمیر میں ثابت کرنیکی لئے ایسی من گھڑت اور غیر معتبر تواریخ کے حوالے دیتے رہے ہیں، کہ الامان! الامان!!

میں دعویٰ سے ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں، کہ کوئی مرزائی اس بات کو ہرگز ہرگز ثابت نہیں کر سکتا، اس سے یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو گئی، کہ تئیس برس کی مدت کا معیار صداقت ہونا بالکل غلط ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوٰی وحی کے بعد تھوڑی مدت بھی سلامت باکرامت رہنا آپکی صداقت کے اثبات کے لئے کافی ووافی ہے، تئیس برس کی مدت کی ہرگز ضرورت نہیں، اور یہ آیت عام نہیں ہو سکتی، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے، یا سچے رسولوں کے ساتھ۔

باقی رہی یہ بات، کہ جس مدعا کے ثابت کرنے جس مطلب کو برلانے اور جس مقصد کے پورا کرنیکے لئے تئیس برس کی شرط لگاکر اس معیار کو پیش کیا جاتا ہے، وہ بھی پورا نہیں ہوتا، مرزا صاحب نے تو ۱۹۰۱ء میں دعوی نبوت کیا، (دیکھئے کتاب حقیقۃ النبوۃ مرزا محمود صاحب ص۱۲۔۲۱) اور ۱۹۰۸ء میں وفات پائی۔

لیجئے! اب تو آپکے مقرر کردہ معیار کے مطابق ہی مرزا صاحب کاذب ہو گئے، اور آپ کی یہ کوشش، یہ سعی، یہ چالاکی، یہ فریب دہی ضائع اور رائگاں ہو گئی، والحمد للہ علی ذالک تبلائیے! اب بھی اس کے غلط ماننے سے آپ کو انکار ہے، اب تو مجبوراً آپکو سر تسلیم خم کرنا پڑیگا، مگر ہاں ؎

اس لئے وصل کا انکار ہے، ہم جان گئے
تا نہ سمجھے کوئی، کیا جلد کہا مان گئے

تیسرا معیار
اور
اسکی تردید

تیسرا معیار جس کو مرزا صاحب کی صداقت کی زبردست دلیل سمجھتے ہیں، وہ یہ ہے

فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ　　یعنی اگر منکر لوگ اس اعجازی کلام کا مقابلہ نہ کرسکیں تو اے طالبان حق جان لو، کہ یہ علم الٰہی سے ظاہر ہوا ہے

اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں، کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کے مقابلہ اور معارضہ کے لئے دنیا کو چیلنج دیا، اور دنیا اس کے مقابلہ سے عاجز آگئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت روز روشن کی طرح ظاہر ہو گئی، اسی طرح مرزا صاحب نے بھی مقابلہ اور معارضہ کے لئے اپنا قصیدہ اعجازیہ پیش کیا، اور لوگوں نے اس کا جواب نہ دیا، لہٰذا یہ مرزا صاحب کی صداقت کی دلیل ہے۔

اول تو ہم یہ کہتے ہیں، قصیدہ اعجازیہ کو صداقت کی دلیل تصور کرنا ایک زبردست

غلطی ہے، کیونکہ یہ قرآن شریف کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے، قرآن شریف تو بآواز بلند پکار پکار کر کہتا ہے، کہ

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنۡۢبَغِیۡ لَہٗ ۔ نہ ہمنے انکو شعر سکھایا، اور نہ انکے سزاوار ہے

دوسری جگہ ہے

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۔ یہ قرآن شریف کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔

قرآن شریف تو کئی جگہ اشعار کی مذمت کرتا ہے، مگر ادھر اعجازی کلام کو اشعار میں پیش کیا جاتا ہے، جو صریح قرآن شریف کی تعلیم کے خلاف ہے، لہٰذا مرزا صاحب کے پیش کردہ اعجاز کا اشعار میں ہونا اسکے بطلان کی سب سے پہلی زبردست دلیل ہے۔

اچھا! اس سے بھی قطع نظر کیجئے، اب ذرا غور سے دیکھئے، کہ مرزا صاحب نے اس قصیدہ کے جواب کے لئے کیسی کیسی کڑی اور اہم شرائط پیش کی ہیں، جو انسانی اور بشری طاقت سے بالاتر ہیں۔ لکھتے ہیں۔

(۱) "اب ان کی اصلی میعاد ۲۰ نومبر سے شروع ہوگی، پس اسطرح پر دس دسمبر ۱۹۰۲ء کو اس میعاد کا خاتمہ ہو جائیگا، پھر اگر بیس دن میں جو دسمبر ۱۹۰۲ء کے دسویں کیدن کی شام تک ختم ہو جاویگی"، الخ (ضمیمہ نزول مسیح صفحہ ۹)

(۲) "یہ شرط ضروری ہے، کہ جو شخص بالمقابل لکھے، وہ ساتھ ہی اسکا اردو ترجمہ بھی لکھے جو میری وجوہات کو توڑ سکے، جس کی عبارت ہماری عبارت سے کم نہ ہو"، (ضمیمہ نزول مسیح صفحہ ۸۹)

(۳) "مگر چاہیے، کہ میرے قصیدہ کیطرح ہر ایک بیت کے نیچے اردو ترجمہ لکھیں، اور منجملہ شرائط کے اس کو بھی ایک شرط سمجھ لیں" (ضمیمہ نزول مسیح)

پہلی شرط کی رو سے جواب کیلئے صرف بیس دن کی مہلت دیجاتی ہے، چونکہ مرزا صاحب کو اپنی عجز اور اعجاز کی پوری حقیقت معلوم تھی، اور دلمیں خائف تھے، اور معارضہ کے خیال سے لرزتے تھے، انکا دل دھڑکتا تھا، اور ہمیشہ اسکے جواب کا خوف دامنگیر رہتا تھا، لہٰذا ایسی کڑی شرط پیش کی، کہ تھوڑے کئے کوئی لکھنے کی جراءت نہ کرے۔ اسپر ہی بس نہیں،

دوسری شرط میں یہ کہ دیا، کہ عبارت بھی انسے کم نہ ہو، اگر کوئی مختصر عبارت میں انکے وجوہات کو توڑ دے، تو مرزا صاحب کے فہم سلیم کے موافق اسکا جواب نہ ہوگا۔

تیسری شرط میں تو غضب ڈھا دیا، کہا، کہ اردو ترجمہ بھی نیچے ہونا چاہیئے، اگر کوئی شخص

بین السطور نہیں، بلکہ حاشیہ پر ترجمہ لکھدے، تو مرزا صاحب کے شرائط پورے نہ ہوئے،
اب آپ خود ہی انصاف کیجئے، کہ بیت کے نیچے اردو ترجمہ کا لکھنا بھی کوئی اعجاز کی شان ہے
اس حواس باختگی کا کیا ٹھکانا، یہ ہے، مرزا صاحب کا فلسفہ۔
اب ذرا قرآن شریف کا اعجاز بھی ملاحظہ ہو کہ کس زور سے بلا شرط چیلنج دیا جاتا ہے۔

وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ وَادْعُوْا شُھَدَآءَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ

یعنی جو ہم نے اپنے بندے محمد (صلعم) پر قرآن اتارا ہے اگر تمکو اسمیں شک ہو اور یہ سمجھتے ہو، کہ یہ کتاب خدائی نہیں، بلکہ آدمی کی بنائی ہوئی ہے، اور اپنے اس دعوے میں اگر سچے ہو، تو اسیطرح کی ایک سورۃ تم بھی بنالاؤ اور اللہ کے سوا جو تمہاری حمایت کو آموجود ہوں انکو بھی بلالو، پس اگر اتنی بات بھی نہ کرسکو، اور یقیناً ہرگز نہ کرسکوگے، تو دوزخ کی آگ سے ڈرو، جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہونگے، اور وہ منکرین کیلئے دھکی دھکائی ہے۔

ان آیات سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔
(۱) اسکے مخاطب تمام مخالفین اسلام الیٰ یوم القیام ہیں، اسی وجہ سے معارضہ کے لئے آئندہ کا بھی اعلان ہے۔
(۲) جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا الخ یعنی قرآن کے اتارنے والے ہم ہیں، بندہ پیغامبر اُمّی محض ہے، نہ لکھا، نہ پڑھا اور نہ کبھی کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب کو سبق کیلئے تہ کیا، بخلاف اسکے تم سب پرانے مشاق، لکھے، پڑھے، میدان فصاحت و بلاغت کی اعلیٰ شہسواری کے مدعی ہو اور یہی تمہارا سرمایۂ ناز ہے۔
(۳) قرآن کا مثل لانا تو ایک بڑی بات ہے، لو ایک سورہ ہی بنالاؤ؟
(۴) تم اکیلے نہیں، بلکہ خدا کے سوا اپنے تمام مددگاروں سے اسمیں مدد لو، دوسری آیت میں ہے، کہ جن وانس دونوں ملکر اسکے معارضہ کیلئے اجتماعی قوت سے کام لیں۔
(۵) اگر سچے ہو، تو معارضہ کرو، اور جھوٹے ہو، تو گھر بیٹھو۔
(۶) اسکے بعد انکو معارضہ اور مقابلہ پر ابھارنے اور جوش دلانے کے لئے کہا، کہ اگر نہ کرسکو

اور ہرگز یقیناً نہ کر سکو گے" یہاں زمانہ حال اور استقبال دونوں میں معارضہ کی نفی بلکہ زمانہ استقبال میں تاکید کے ساتھ قیامت تک کیلئے نفی ہے، کہ آئندہ ایسا ہرگز نہ کر سکو گے

(۷) اب آخر میں انکے عرق حمیت کو حرکت میں لانے کیلئے تاکہ وہ ناخنوں تک زور لگا کر دیکھ لیں، کہ یہ قرآن انسانی طاقت سے بالاتر ہے، یا نہیں، یوں ارشاد ہوا، کہ اگر اس پر بھی تم خدا کے کلام معجز پر ایمان نہ لائے، تو اس آگ سے ڈرو، جو منکرین کے لئے قبل ہی سے تیار ہے سبحان اللہ! کیسے پُر زور الفاظ اور بہترین پیرایہ میں بلا کسی پس پیش کے ایسا کھُلا دعویٰ اعجاز کیا گیا ہے، کہ انسان کے تصور میں بھی پہلے نہ تھا، اور کیوں نہ ہو، یہ کوئی انسانی افترا، اور بشری چالاکی تو نہیں ہے۔

اب ذرا مرزا صاحب کے عجز اور قرآن پاک کے اعجاز کو مقابلہ سے دکھاتا ہوں، ناظرین خود ہی انصاف کریں۔

مرزا صاحب کا عجز	قرآن پاک کا اعجاز
(۱) زیادہ سے زیادہ جواب کیلئے بیس دن کی اجازت ہے۔	(۱) قیامت تک مہلت ہے، کہ اس کے مثل لاؤ؟
(۲) جواب میں مرزا صاحب کے قصیدہ کے برابر اشعار ہوں، اور اردو مضمون کی عبارت بھی مرزا صاحب سے کم نہ ہو۔	(۲) ایکسو چودہ سورتوں میں سے ایک ہی سورۃ اسکے مثل بنا لاؤ۔
(۳) قصیدہ نظم ہے۔	(۳) قرآن پاک نثر ہے، اور بظاہر نثر کا معارضہ نظم سے سہل ہوتا ہے۔
(۴) مخاطب وہ ہیں، جو ہندوستان کے رہنے والے ہیں، جنکو نہ عربی نویسی کا دعویٰ ہے، نہ مشغلہ، اور نہ انکی زبان۔	(۴) مخاطب وہ تھے، جنکی عربی فصاحت اور بلاغت بے مثل اور دعوے اس سے بھی زیادہ اور یہی انکا مشغلہ اور سرمایہ فخر تھا، اور مادری زبان تھی۔

(۵) دعویٰ وہ کرتا ہے، جو لکھا پڑھا اور جس نے ایک زمانہ تک کتب بینی کی۔ (۵) مدعی اُمّی محض ہیں (فِدَاہُ اَبِی وَ اُمِّی)

مزید براں مرزا صاحب کا یہ قصیدہ کلام اعجازی ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ قوم کی زبان میں ہونا چاہیے تھا، وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ قومی زبان تو اُردو یا پنجابی تھی، اگر کلام معجز کا دعویٰ اُردو یا پنجابی میں کیا جاتا، تو خوب حقیقت منکشف ہو جاتی۔

دوسرے یہ کہ کلام معجز اسکو کہتے ہیں، جو بلاغت کے انتہائی رتبہ پر پہونچکر انسانی طاقتوں سے نکلکر لوگوں کو اپنے مقابلہ سے عاجز کردے، (وَلِھٰذَا اَیِ الْبَلَاغَۃِ فِی الْکَلَامِ طَرفَانِ اَعْلیٰ اِلَیْہِ یَنْتَھِی الْبَلَاغَۃ) (وَھُوَ حَدُّ الْاِعْجَازِ) (وَھُوَ اَنْ یَّرْتَقِیَ الْکَلَامُ فِی بَلَاغَتِہٖ اِلیٰ اَنْ یَّخْرُجَ عَنْ طَوْقِ الْبَشَرِ وَیُعْجِزَھُمْ عَنْ مُعَارَضَتِہٖ) دیکھیے مطول) اب رہا یہ دعواے، کہ اس کے مقابلہ میں کسی نے نہیں لکھا، میں کہتا ہوں، کہ ایک چھوڑ کئی قصیدے لکھے گئے، اور لطف یہ کہ شرائط بھی پوری کیگئی ہیں، ایک قصیدہ تو قاضی ظفرالدین صاحب مرحوم پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور نے قصیدہ رائیہ بجواب مرزائیہ کے نام سے لکھا جو ۱۹۰۷ء کے ابتدا میں اہلحدیث کے کالموں میں چھپ چکا ہے، دوسرا قصیدہ مولٰنا شاہ غنیمت حسین صاحب نے مونگیر سے ابطال اعجاز مرزا کے نام سے لکھکر دو حصوں میں طبع کرایا ہے، جو ہمارے ہاں بھی موجود ہے، اسمیں قصیدہ اعجازیہ کی خوب قلعی کھولی گئی ہے، اور مرزا صاحب کی عربی دانی کو خوب اظہر من الشمس کر دیا گیا ہے، بین السطور ترجمہ بھی ہے، اعراب بھی ہیں، اور ساتھ ہی اُردو کار ڈ بھی ہے، پھر اسپر یہ کہنا، کہ جواب نہیں لکھا، صریح کذب نہیں، تو اور کیا ہے،

مرزا صاحب کی عربی لیاقت

بنایا آڑ کیوں جورو کا چرخہ نکل! دیکھیں تری ہم شعر خوانی

مرزا صاحب نے جس قصیدہ کو معارضہ کے لئے پیش کیا تھا، اس کی عربی فصاحت کا نمونہ آپکے سامنے پیش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے، کہ جس قصیدہ کی فصاحت وبلاغت کو مرزا صاحب اعجاز کہتے ہیں، اس کی لوح کی دو سطریں صحیح نہ لکھ سکے، اور جو مضمون لکھنا چاہتے تھے، وہ عربی عبارت میں ادا نہ ہو سکا، ایسا شخص معجز نما عربی کیا لکھیگا اعجاز مسیح

کے لوح پر مرزا صاحب نے عربی عبارت لکھی ہے، ملاحظہ ہو، وَاِنِّی سَمَّیْتُهٗ اِعْجَازُ الْمَسِیْحِ وَقَدْ طُبِعَ فِیْ مَطْبَعِ ضِیَاءِ الْاِسْلَامِ فِیْ سَبْعِیْنَ یَوْمًا وَکَانَ مِنَ الْهِجْرَة ۱۳۱۸ھ وَ مِنْ شَهْرِ نَصَارٰی ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء مَقَامُ الطَّبْعِ قَادِیَانْ

اس معجزنما عبارت کے اغلاط ملاحظہ ہوں۔

(۱) طُبِعَ کی ضمیر قصیدہ کیطرف راجع ہے، قصیدہ مونث ہے، لہٰذا طُبِعَتْ چاہیے تھا

(۲) قَدْ طُبِعَ فِیْ سَبْعِیْنَ یَوْمًا کے یہی معنے ہو سکتے ہیں، کہ یہ کتاب ستر دن میں چھاپی گئی یہ نہیں سمجھا جاسکتا، کہ تصنیف اور طبع دونوں ستر دن میں ہوئے، حالانکہ مرزا صاحب کا مطلب یہی ہے، اسلئے ضرور تھا، کہ صُنِّفَ کا لفظ زیادہ کیا جاتا۔

مِنْ شَهْرِ الصِّیَامِ بیان تو ستر دن کا ہو، اور ذکر صرف ماہ رمضان کا کر رہے ہیں، کیا رمضان ستر دن کا ہوتا ہے؟ اس سے تو یہی لازم آتا ہے،

(۴) اگر مِنْ شَهْرِ الصِّیَامِ کے مِنْ کو ابتدائیہ کہا جاوے، تو یہ مطلب ہوا، کہ رسالہ کی تالیف کی ابتدا ماہ صیام سے ہوئی، لہٰذا اظہار سبعین کے لئے تعیین تاریخ ضروری تھا کیونکہ اسبات کو ظاہر کرنا مقصود ہے، کہ ستر دن میں ہم نے لکھا، یہ اس وقت ہو سکتا ہے، کہ مہینے کے بیان کے ساتھ تاریخ بھی لکھی جائے۔

(۵) وَکَانَ مِنَ الْهِجْرَة ۱۳۱۸ھ وَ مِنْ شَهْرِ النَّصَارٰی ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء

یہاں ھجری کے سن کے ساتھ تاریخ و ماہ نہیں لکھے، برخلاف اسکے سن عیسوی کی تاریخ و ماہ لکھے ہیں، یہ طرز تحریر کے بالکل خلاف ہے، دعوٰی اعجاز کا اور غلطی ایسی۔

(۶) سب سے بڑی غلطی اور غلطیوں کا ڈبل باوا یہ ہے، کہ بیس فروری رسالہ کی ابتدا وانتہا بن ہی نہیں سکتی، کیونکہ خود فرماتے ہیں، کہ ۱۳۱۸ھ کے ماہ صیام سے رسالہ کی ابتدا ہوئی (جیسا کہ مِنْ کے ابتدایہ ماننے سے صادر آتا ہے)۔ اور یہ ماہ صیام ۲۴ دسمبر ۱۹۰۰ء روز دوشنبہ سے شروع ہوا، اور ۲۱ جنوری ۱۹۰۱ء روز دوشنبہ کو ختم ہوگیا، اب بتلایئے، کہ آپ کی فروری کدھر گئی؟

معلوم ہوا، کہ فروری کی کسی تاریخ سے ابتداء نہیں ہوئی، اگر فروری میں ابتدا مانیں تو ماہ صیام جاتا ہے، لہٰذا یہ ایک ایسی سخت غلطی کا ارتکاب مرزا صاحب نے کیا ہے، جس کی تلافی غیر ممکن ہے۔

ہاں! اگر آخر تاریخ کا بیان ہے، یعنی بیس فروری آخر ہے، تو پھر اگر ابتداء رمضان کی پہلی تاریخ فرض کریں، تو اکہترواں دن فروری کے بعد ۲ر مارچ کو ہوگا، پھر اگر ابتدا ماہ صیام کی تئیس یا چوبیس فرض کرلیں، تو اکہترواں دن ۲۵ر یا ۲۶ر مارچ کو ہوگا، ۲۰ر فروری کو انتہا، کسی طرح نہیں ہو سکتی، یہ ایک ایسی زبردست غلطی ہے، جس کا جواب کچھ نہیں ہو سکتا

ناظرین! یہ ہے مرزا صاحب کا کلام معجز جس کو معارضہ کے لئے پیش کرتے ہیں، اور جس کو مرزائی صاحبان مرزا صاحب کی صداقت کا معیار مقرر کرتے ہیں، اب آپ خود فیصلہ کرلیں، کہ ان کا یہ معیار مقرر کرنا کہاں تک بجا ہے ؎

میرے دل کو دیکھکر، میری وفا کو دیکھکر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھکر

چوتھا معیار

اور

اس کی تردید

چوتھا معیار جو مرزا صاحب کی صداقت میں مرزائی صاحبان پیش کیا کرتے ہیں، وہ یہ ہے فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ اس سے قبل بھی تو عمر کے ایک بڑے حصہ تک میں تم میں رہ چکا ہوں، تو پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے۔

آیت بالا سے یہ امر ثابت کرنیکی کوشش کیا کرتے ہیں، کہ جسطرح آنحضرت (صلعم) کی پہلی زندگی آپکی نبوت کی صداقت کی زبردست دلیل ہے، اسی طرح مرزا صاحب کی نبوّت کے قبل کی زندگی بھی انکی نبوت کے صداقت کا معیار ہے،

میں یہ کہتا ہوں، کہ مرزا صاحب تو اپنے قول کے مطابق پہلی زندگی میں مشرک تھے، کیونکہ وہ لکھتے ہیں، کہ حیات مسیح کا عقیدہ مشرکانہ ہے، (دیکھئے کشتی نوح صفحہ ۱۵) اور پہلی زندگی میں آنجناب خود حیات مسیح کے بڑے زور و شور سے قائل تھے، چنانچہ براہین احمدیہ

میں تین جگہ بڑے زور سے حیات مسیح کے قائل ہونیکا اقرار کرتے ہیں، لکھتے ہیں

جب مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے، تو اُن کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائیگا۔ (حاشیہ براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۹)

دوسری جگہ لکھتے ہیں، کہ حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اُترینگے اور تمام راہوں اور سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کر دینگے، اور کج اور ناراست کا نام ونشان نہ رہیگا" (حاشیہ براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۵)

تیسری جگہ لکھتے ہیں، حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے، (براہین صفحہ ۳۶۱)

لہٰذا مرزا صاحب اپنے قول کے مطابق پہلی زندگی میں مشرک ٹھیرے، اور ان کی وہ زندگی مشرکانہ ہوئی، اور جو ایک منٹ، ایک لمحہ اور ایک ساعت کیلئے بھی مشرک رہے، وہ ہرگز ہرگز نبی نہیں ہوسکتا، کیونکہ

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ — شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔

اور اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے، کہ

لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ — میرا عہد ظالموں کو نہیں ملیگا۔

دوسرے ہم یہ کہتے ہیں، کہ جب نبوت کے زمانہ میں مرزا صاحب نے جھوٹ بولے، کذب اور دروغگوئی سے کام لیا، جیسا کہ اس کتاب کے آخری حصہ میں ظاہر کیا گیا ہے، تو انکی پہلی زندگی تو اس سے بھی زیادہ بدتر اور خراب ہوگی ؎

سرفروشی کی تمنا ہے، تو سر پیدا کر
تیر کھانے کی ہوس ہے، تو جگر پیدا کر

پانچواں معیار
اور
اسکی تردید

پانچواں معیار یہ ہے

مَاکُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلاً ہم دنیا میں عذاب نہیں بھیجا کرتے، جب تک پہلے کوئی رسول مبعوث نہ کرلیں۔

مرزائی صاحبان! اس معیار کو پیش کرکے یہ کہا کرتے ہیں، کہ مرزا صاحب کے زمانے میں طاعون آیا، یہ ایک عذاب الٰہی تھا، جو مرزا صاحب کو نہ ماننے کی وجہ سے نازل ہوا تھا لہٰذا وہ نبی تھے

میں پوچھتا ہوں، کہ یہ کہاں کا قاعدہ ہے، کہ جہاں کہیں بیماری واقع ہو، وہاں نبی کا ہونا ضروری ولابدی ہو، انفلوئنزا آیا، ہزاروں لاکھوں گھرانے تباہ و برباد ہوگئے، اور طاعون سے بڑھکر نقصان دہ ثابت ہوا تھا، اسوقت کون نبی تھا؟

دوسرے یہ کہ عذاب تو منکرین کے لئے ہوتا ہے، نہ کہ متبعین کیلئے، طاعون آیا، سینکڑوں مرزائی اسکا شکار ہوکر ہلاک ہوگئے، بلکہ اُسنے تو خاص مرزا صاحب کے گھر پر جاکر حملہ کیا، اور ان کے ایک لڑکے کو شکار بنالے گیا، اور منکرین کے سرغنہ مولوی ثناءاللہ صاحب، ڈاکٹر عبدالحکیم خاں، احمد بیگ، سلطان احمد، اور محمدی بیگم وغیرہ کسی پر بھی عذاب کا کچھ اثر نہ ہوا، یہ دھوکا دہی نہیں، تو اور کیا ہے۔

مے پلا کر ساقیانِ سامری فن آب میں
کرتے ہیں، جادو سے اپنے آگ روشن آب میں

چھٹا معیار

اور

اسکی تردید

کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ اللہ تعالےٰ نے مقرر کردیا ہے، کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہتے ہیں۔

اوّل تو یہ معیار ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ اسمیں غلبہ کے لئے رسالت شرط ہے، یعنی سچا رسول ہونا لابدی اور ضروری ہے، مرزا صاحب تو سچے رسول نہ تھے۔

دوسرے ہم یہ کہتے ہیں، کہ غلبہ سے کیا مراد ہے، سیاسی ہے یا مالی، دنیوی

ہے، یا دینی؟

اگر سیاسی لیا جائے، تو سیاست تو مرزا صاحب کے پاس تک بھی نہیں پھٹکی، اور مال وغیرہ کی زیادتی کو غلبہ نہیں کہہ سکتے، اور دین میں تو مرزا صاحب کو ایسی ذلت اٹھانی پڑی، کہ الامان! الامان آجتک مسلمانوں کے ساتھ آپکے جتنے مناظرے اور مباہلے ہوئے، سب میں مرزا صاحب مغلوب رہے،

تیسرے یہ کہ جہاں غلبہ ہو، وہاں رسالت کا موجود ہونا ضروری ہو، یہ سراسر لغو اور بیہودہ خیال ہے، مسیلمہ کذاب کو بہت غلبہ ہوا تھا، فرعون نے دنیا میں ہر طرح کا غلبہ حاصل کیا تھا، بدھ گوتم کو بھی بہت بڑا غلبہ حاصل ہوا تھا، ہندو برہمنوں کا اسنے ناک میں دم کر دیا تھا، اسوقت تک اُس کی بہت سی مشنریں دنیا کے تمام حصص میں پھیلی ہوئی ہیں کیا وہ نبی تھا؟ کیا وہ رسول تھا؟ سوامی دیانند کو بھی بہت بڑا غلبہ حاصل ہوا، ہزارہا آریہ موجود ہیں، ہر شہر میں ایک نہ ایک آریہ سماج موجود ہے، سینکڑوں سناتنی آریہ ہو رہے ہیں، اب تو وہ مسلمانوں پر بھی ہاتھ صفا کر رہے ہیں، کیا وہ مرسل من اللہ تھا؟ کیا وہ پیغمبر برحق تھا؟ خود ہی انصاف کرو،

آپ ہی اپنے ذرا طرز عمل کو دیکھیں
ہم اگر عرض کریں گے، تو شکایت ہوگی

باب دویم

مرزا صاحب کے کذب میں مرزا صاحب کے پیش کردہ معیار

پہلا معیار

ناظرین کرام! مرزا صاحب کی صداقت میں مرزائی صاحبان کے پیش کردہ معاییر کی تردید

ختم ہو چکی، اب ہم مرزا صاحب کے صدق و کذب جانچنے کیلئے دو قسم کے معیار پیش کرینگے، ایک تو وہ جو خود مرزا صاحب ہمیں بتلا گئے ہیں، اور دوسرے قرآن و حدیث سے امناسب یہی معلوم ہوتا ہے، کہ ابتداء مرزا صاحب کے پیش کردہ معیاروں سے کیجائے،

سب سے پہلا اور بڑا قوی معیار جو مرزا صاحب ہمیں تبلا گئے ہیں، جسمیں کسی مرزائی کو چون وچرا کی گنجائش نہیں، اور ہمیشہ جب کبھی اس معیار کو پیش کیا جائے، تو انکے چہرے فق اور رنگ زرد ہو جایا کرتے ہیں، اور جواب سے عاجز آ جاتے ہیں، وہ یہ ہے،

سنئے! مرزا صاحب لکھتے ہیں، **"ہمارے صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی امتحان نہیں ہو سکتا"** (آئینہ کمالات اسلام صـ ۲۸۸)

لہذا مرزا صاحب کے فیصلہ شدہ معیار کو ملحوظ خاطر رکھکر انکی ایک عظیم الشان پیشگوئی پر بحث کرتے ہوئے انکے کذب کو اظہر من الشمس کرتے ہیں۔

پہلی اور دوسری پیشگوئی

پیشگوئی سے مراد وہ زبردست اور عظیم الشان پیشگوئی ہے، جس کے متعلق زَوَّجْنَاکَھَا فِی السَّمَاءِ کا حکم لگایا گیا، اور جس کو منکوحہ آسمانی کے لقب سے ملقب کیا گیا۔

اس پیشگوئی کی جس قدر عظمت انتہائیہ اور اسکا جسقدر تیقن اکمل مرزا صاحب کے قلب میں تھا، وہ انکے ذیل کے دو شعروں سے جو کہ ایک اشتہار بعنوان "ایک پیشگوئی پیش از وقوع" میں درج ہیں، ظاہر ہوتا ہے، لکھتے ہیں ؎

پیشگوئی کا جب انجام ہویدا ہو گا — قدرت حق کا عجب اک تماشا ہو گا
جھوٹ اور حق میں جو ہے فرق وہ پیدا ہو گا — کوئی پا جائیگا عزت کوئی رسوا ہو گا

مرزا صاحب نے پیشگوئی مذکورہ کو پورا کرنے کے لئے دو طریقے اختیار کئے، اولاً تو انکی طبع اس بات کی مقتضی ہوئی، کہ اس کو چاپلوسی کے الفاظ کے ساتھ پورا کریں، چنانچہ پہلے پہل تو اسی طریق کو اختیار کیا، مگر جب وہاں دال گلتی نہ دیکھی، تو تہدید، ڈرادر

خوف دلانا شروع کردیا، لکھتے ہیں، ”لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا، تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا، اور جس دوسرے شخص سے بیاہی جائیگی، وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ویسا ہی والد اُس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائیگا، اور ان کے گھر میں تفرقہ، تنگی اور مُصیبت پڑیگی“، (انجام آتھم)

اجی خوب! ایسا دبوچا، کہ کوئی پہلو باقی چھوڑا ہی نہیں، بتقدیر انکار اُس لڑکی کو اُس کے والد اور اقربا، کو اور جو اس سے نکاح کرے، اُسکو روسے ڈرایا، پھر ہر طرح کا جان مال کا خوف، باہم تفرقہ اور تنگی کی مُصیبت ؎

دھمکیاں دیکے احمد بیگ کو — اس کی دُختر مانگتا ہے، زشت خو

مرزا صاحب! شاید آپنے یہ سوچا ہوگا، کہ کوئی ضعیف القلب اور ضعیف الایمان ڈر کر آپکی خواہش پورا کرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔ مگر وہ صادق مومن ہستی سن کر ہمیشہ منہ پر تھوکتی رہی،

مرزا صاحب! اگر آپ کو اپنے الہام پر یقین ہوتا، اور آپ مطمئن ہوتے، تو اس خوف و تہدید دلانے کی کوئی ضرورت پیش نہ آتی ؎

مطمئن ہوتا، اگر الہام سے — اسقدر تشویش کیوں ہوتی تجھے

دھمکیاں یہ چال بازی ہیں فقط — بہر مطلب جیلہ سازی ہیں فقط

جب اس پر بھی کوئی چال نہ چلی، اور ناکامیابی کا منہ دیکھنا پڑا، تو تسلی قلب اور لڑکی والوں پر یہ جتلانے کے لئے کہ مجھے اپنے الہام پر تیقن اکمل ہے، تحریر کرتے ہیں، ”خدا نے مقدر کر رکھا ہے، کہ وہ مکتوب الیہ (احمد بیگ) کی دختر کلاں کو جس کی درخواست کی گئی تھی، ہر ایک مانع دور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لائیگا“ (دیکھیئے مرزا صاحب کا اشتہار مرقومہ ۱۰ ؍ جولائی ۱۸۸۸ء)

عبارت مذکورہ سے دو باتیں اظہر من الشمس ہو رہی ہیں،

(۱) نکاح میں ہر قسم کے مانع جو وقوع پذیر ہونگے، انکو دور کریگا۔

(۲) انجام کار اس لڑکی کو مرزا صاحب کے نکاح میں لائے گا۔

مگر باوجود اس کوشش، اس سعی، اور اسقدر اظہار تیقن و استعمال الفاظ تہدید

کے جب لڑکی اور لڑکی والوں پر کچھہ بھی نہ اثر نہ پڑا، اور لڑکی کے والدین دوسری جگہ شادی کرنے پر آمادہ ہو گئے، اور مرزا صاحب تاڑ گئے، کہ مجھہ بڈھے کے ساتھ ہرگز شادی نہیں کرینگے، بس اسیوقت پیشگوئی میں ایک اور جز بڑھا دی، لکھدیا، کہ خدا تعالےٰ کی **طرف سے یہی مقدر اور قرار پاچکا ہے، کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئیگی، خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے، یا خدائے تعالےٰ بیوہ کرکے اس کو میری طرف لائے"** (دیکھئے اشتہار ۱۰ ارمئی ۱۸۹۱ء مطبوعہ حقانی پریس لدھیانہ)

اسی ازالۃ اوہام ص ۱۹۸ اور ص ۱۹۹ میں بھی مذکورہ بالا چالاکی کا اظہار کیا، مگر اظہارِ الفاظ تیقن کی معیت میں کہ شاید وہ اپنی کنواری کم سن لڑکی اس بوڑھے کو دیدیں، لکھتے ہیں **"وہ احمد بیگ کی دختر کلاں انجام کار تمہارے نکاح میں آئیگی، اور بہت لوگ عداوت کرینگے، کہ ایسا نہ ہو، لیکن آخر کار ایسا ہی ہوگا ہر طرح سے اُس کو تمہاری طرف لائیگا، باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کرکے اور ہر ایک روک کو درمیان سے اُٹھائے گا، اور اس کام کو ضرور پورا کریگا، کوئی نہیں، جو اسے روک سکے"**

ناظرین! غور سے ملاحظہ فرماویں، کہ کس شد و مد اور کس زور کے الفاظ ہیں، گو بیوہ ہونیکی شرط اور لگادی ہے، لیکن الفاظ یہ تبلاتے ہیں، کہ لڑکی لابدی مرزا صاحب کے نکاح میں آئے گی، کسی نے خوب ادا کیا ہے ؎

اور ہی سے اگر وہ بیاہی گئی	پھر بہانے اور ہیں باقی کئی
بیوہ ہوکر آئے گی اب میرے پاس	امرِ ربی سے نہیں کچھہ جائے یاس

مگر افسوس! ایڑی چوٹی تک کا زور لگایا، مگر بے سود، سعی کی، مگر بے فائدہ، کوشش کی، مگر ناکام۔

ہائے غضب! لڑکی کا نکاح والدین نے عمداً دوسری جگہ کردیا، اور یہ میاں بڈھے منہ تکتے رہ گئے، خوب منہ کالا ہوا، چاروں طرف سے پھٹکاروں اور لعنتوں کی بوچھاڑ بارش کیطرح برسنی شروع ہوگئی، شرم کے مارے پانی پانی ہوگئے، مگر مکاری وعیاری کی دوسری راہ تو آپ کو پہلے ہی سوجھ چکی تھی، اور اس کا انتظام پہلے ہی سے کرچکے

تھے، جبھی تو شرط بیوہ لگادی تھی۔

خیر اب قطعی ناامید ہوگئے، اور دیکھ لیا، کہ سخت ذلت و رسوائی ہوئی ہے، اور لوگوں نے ناک میں دم کردیا ہے، اسیوقت پہلو بدلا، اور اس لڑکی کے خاوند کیطرف عنانِ توجہ منعطف کی، اور اس کی موت کی بابت پیشگوئی کردی، لکھتے ہیں، "یاد رکھو، کہ اگر اس **پیشگوئی کی دوسری جزپوری نہ ہوئی، (یعنی احمد بیگ کا داماد اگر میرے سامنے نہ مرا) تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھیرونگا، اے احمقو یہ انسانی افتراء نہیں، یقیناً سمجھو، کہ خدا کا وعدہ سچّا ہے، وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں"** (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۴)

یاد رہے! پہلے تو مرزا صاحب کے صدق و کذب کا معیار نکاح و عدم نکاح **محمدی بیگم** تھا، اب اسکے ضمن میں ایک دوسرا معیار احمد بیگ کے داماد کی موت کی پیشگوئی مقرر ہوگئی، مرزا صاحب نے پیشگوئی مذکورہ بالا میں اس زور کے ساتھ یقین دلایا، کہ اس سے زیادہ اعتماد و وثوق ظاہر کرنا اور دوسرے کو یقین دلانا ہو نہیں سکتا، لکھتے ہیں، "**نفس پیشگوئی دامادِ احمد بیگ کی تقدیر مُبرم ہے، اُس کی انتظار کرو، اور اگر میں جھوٹا ہوں، تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی، اور میری موت آجائے گی**" (انجام آتھم صفحہ ۳۱)

لیجئے جناب! اب تو معیار ثانی کی خوب زور سے تائید کردی، تقدیر مُبرم یعنی جسکا ہونا یقینی طور پر علم الٰہی میں قرار پاچکا ہو، اسکے خلاف ہرگز نہیں ہوسکتا، اگر کسی وجہ سے اسکے خلاف ظہور میں آئے، تو خدا تعالےٰ کا علم ناقص قرار پائے، (نعوذ باللہ)

اب غور طلب بات یہ ہے، کہ جس امر کو مرزا صاحب نے تقدیر مُبرم کہا تھا، اس کا ظہور ہوا یا نہیں؟ یعنی احمد بیگ کا داماد مرزا صاحب کی زندگی میں مرا، یا کہ مرزا صاحب اس کی زندگی میں داغ مفارقت دے گئے؟

ہائے! کچھ نہ پوچھئے، اسی سوچ ہی میں تھے، کہ ملک الموت نے گردن سے آن دبوچا دل کی حسرتیں دل ہی میں رہ گئیں، اور آنجناب راہی ملک عدم ہوئے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

لکھا تھا، کاذب مرے گا پیشتر
کذب میں سچا تھا، پہلے مرگیا

اور یہ جناب داماد احمد بیگ جو چھاتی پر مونگ دلنے کو پیچھے رہ گئے تھے، اسوقت

زبان حال سے یہ شعر کہہ رہے تھے ؎

خبر مرگِ عدو لائے ہیں، آنے والے
مرحبا اے مجھے دلشاد بنانے والے

مرزا صاحب اپنے مقرر کردہ معیار کے مطابق کذاب، مفتری اور پیشگوئی کے مطابق ہر بد سے بدتر ٹھیرے، جسمیں کسی حیلہ اور کسی تاویل کی گنجائش باقی نہیں ؎

مفتری صادق کے آگے ہوگیا، مرکر تباہ
مفتری ہوتا ہے، آخر اس جہاں میں روسیاہ

اب تبلائیے، کہ تقدیر مُبرم کہاں گئی، ؟ اب مرزا صاحب کو مفتری کہا جائے، یا یہ کہ اللہ تعالےٰ عالم الغیب نہیں (نعوذ باللہ)

ہاں! مرزا صاحب کا مصنوعی خدا تو اس سے بھی بدتر ہے۔

سنئے! اپنے اللہ کی تعریف کا اظہار براہین احمدیہ ص۵۵۵ پر ایک عربی الہام کی صورت میں یوں کرتے ہیں، "رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِنَ السَّمَاءِ رَبُّنَا عَاج" یعنی اے میرے رب میرے گناہ بخش، اور آسمان سے رحم کر، رب ہمارا عاج

ترجمہ میں مرزا صاحب نے عاج کی جگہ عاجی لکھا ہے،

عاج کے معنے لغت میں گوبر یا ہاتھی دانت کی ہڈی کے ہیں، یا ے نسبتی لگانے سے اسکے یہ معنی ہوئے، کہ مرزا صاحب کا خدا گوبر کا یا ہاتھی کی ہڈی کا ہے، جو امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک سوئر کی ہڈی کیطرح نجس ہے۔

لیجئے! اب تو قصہ صاف ہوگیا، مرزا صاحب کا کوئی قصور نہیں تھا، بلکہ انکے خدا عاجی نے مرزا صاحب کو دغا دیا۔

اب رہا پہلا معیار یعنی محمدی بیگم والی پیشگوئی جسکے بارہ میں لکھا تھا، کہ انجام کار میرے نکاح میں آئیگی، باکرہ ہونے کی حالت میں، یا بیوہ ہونے کی حالت میں۔

حالت باکرہ کا تو فیصلہ ہوچکا تھا باقی رہی بیوہ ہونے کی حالت، سو اس پر اتنا ہی کہہ دینا کافی خیال کرتا ہوں۔ کہ مرزا صاحب نے اپنی خواہش نفسانی کو پورا کرنیکے لئے راتیں بستر پر تڑپ تڑپ کر گذاریں، فراق کے گیت گائے، دل کو تسلی دی کہ ؎

یوں ہی مل جائینگے، کتنے ماہ وسال　　آخر اک دن ہو ہی جائیگا، وصال

اور ہر طرح کی جائز و ناجائز کوششیں کیں، نرمی اور سختی سے کام لیا، چاپلوسی بھی کی، مال کا لالچ بھی دلایا، مگر ہائے افسوس! محمدی بیگم نہ ملی، نہ ملی، اور ہرگز نہ ملی، اور مرزا صاحب کا عاجی رب انجام کار اسکو مرزا صاحب کے پاس نہ لایا، اور سخت دہوکا دیا، اور مرزا صاحب کف افسوس ملتے ہوئے اس دنیا سے سدھارے، اور زبان حال سے پکار رہے تھے کہ

بنے کیونکر کہ ہے، سب کار اُلٹا
ہم اُلٹے، بات اُلٹی یار اُلٹا

باقی رہا، مرزائی صاحبان کا یہ کہنا، کہ نکاح فسخ ہوگیا، یہ بالکل غلط ہے، کیونکہ حکیم نورالدین صاحب خلیفہ اول جن کو سب حقیقت معلوم تھی، وہ لکھتے ہیں "کہ نکاح فسخ نہیں ہوا، بلکہ اس لڑکی کی کوئی لڑکی در لڑکی اور مرزا صاحب کا کوئی لڑکا در لڑکا آپس میں بیاہے جاوینگے، پس پیشگوئی ٹھیک ہے" رسالہ ریویو جلد ۷ صفحہ ۲۷۹)

تاویل بالا پر میں اور کچھہ نہیں کہنا چاہتا، اس کی لغویت ناظرین خود محسوس کرتے ہونگے، خیر ہمارا مقصود پورا ہوگیا، کہ مرزائی صاحبان کا یہ کہنا کہ نکاح فسخ ہوگیا، یہ بالکل لغو اور غلط ٹھیرا۔

دوسرے ایتھا المرءۃ توبی توبی فان البلاء علی عقبک کو پیش کر کے یہ کہنا کہ اس لڑکی کی ماں نے توبہ کرلی تھی، اس لئے ان پر عذاب نہیں آیا۔

مَیں کہتا ہوں، کہ توبہ کے معنے لغت میں نکالکر دیکھئے، رجوع کے آتے ہیں، لڑکی کی ماں نے لڑکی دینے سے انکار کر دیا تھا، اگر اس سے رجوع کرتی، یعنی لڑکی دیدیتی، تو پھر توبہ ہوتی، لڑکی دینا تو کیا، وہ تو مرزا صاحب کے خون کی پیاسی تھی، اور تا عمر اسی حالت پر قائم رہی، میری سمجھہ میں نہیں آتا، کہ توبہ کیسے ہوگئی، ؟ اس کی لڑکی آجتک زندہ ہے اسنے تو کبھی اپنی ماں کی توبہ یا اپنی توبہ کا اظہار تک بھی نہیں کیا، بلکہ جب مرزا صاحب کا نام سُنتی ہے تو اسی وقت انکو سنا شروع کر دیتی ہے، معلوم نہیں، کہ توبہ کے معنے کیا لئے گئے ہیں۔

عزیزان من! یہ ہے، مرزا صاحب کی صداقت کا معیار کبیر، جس پر مرزا صاحب بیس سال تک زور لگاتے رہے، اور جسے قطعی طور پر مرزا صاحب کی نبوت، مہدویت مسیحیت، مجددیت کی حقیقت کو اظہر من الشمس کر دیا۔

برادران من! اگر اس پر بھی مرزا صاحب کو کاذب نہ مانیں، تو خدا تعالےٰ و تقدس پر نعوذ باللہ کیسے سخت کذب کا دھبہ آتا ہے، اسقدر تاکید و اصرار کے بعد اسکے خلاف کرنا کس قدر اس کی شان کے نازیبا اور خلاف ہے۔

افسوس ہے، کہ مرزا صاحب نے خدا تعالےٰ کی شان و عظمت کو انسان سے بھی کم سمجھ لیا، اور قرآن شریف کی نصوص قطعیہ پر ذرا بھی خیال نہ کیا،

کیا اس پیشگوئی سے یہ امر پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا، کہ

(۱) خدائے قدوس جھوٹ بولتا ہے (نعوذ باللہ)

(۲) نعوذ باللہ وعدہ خلافی کرتا ہے، اور نہایت پختہ وعدہ کرکے بھی پورا نہیں کرتا چنانچہ محمدی بیگم کے نکاح میں آنیکا مرزا صاحب سے إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ کہہ کر نہایت ہی پختہ وعدہ کیا، اور تخمیناً بیس برس تک امید دلائی، مگر پوری نہ کی۔

خلاصہ یہ کہ مرزا صاحب کی ہر دو پیشگوئیں غلط نکلیں، اور مرزا صاحب اپنے قول کے مطابق کاذب اور ہر بد سے بدتر ٹھیرے، اب ہم ایک اور پیشگوئی کیطرف متوجہ ہوتے ہیں

تیسری پیشگوئی

دو پیشگوئیوں کے مبنی علی الکذب اور غلط ثابت ہو جانیکے بعد گو ضرورت نہ تھی، کہ کسی تیسری پیشگوئی پر بحث کیجاتی، اور اسکو غلط ثابت کیا جاتا، تاہم ناظرین کی دلچسپی کے لئے اور نیز اسلئے اسکو پیش کیا جاتا ہے، کہ مرزائی صاحبان اس پیشگوئی کو عوام الناس کے آگے اکثر طور پر پیش کیا کرتے ہیں، اور دعویٰ کیا کرتے ہیں، کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی بالکل صحیح نکلی، لہٰذا وہ سچے تھے۔

پیشگوئی سے میری مراد وہ زلزلہ والی پیشگوئی ہے، جو کہ مرزا صاحب نے ۴ اپریل ۱۹۰۵ء والے زلزلہ کے بعد اپنی غفلت پر نادم ہو کر اور موقع چھوٹ جانے پر کف افسوس ملکر آناً فاناً بیس اپریل کو ایک اشتہار میں جسکا عنوان "زلزلہ کی خبر بار دوئم" تھا ایک خوفناک اور تباہ کن زلزلہ کی پیشگوئی کر دی، اور اسکے شروع میں لکھدیا کہ

۹ر اپریل ۱۹۰۵ء کو پھر خدائیتعالےٰ نے مجھے ایک سخت زلزلہ کی خبر دی ہے، جو نمونہ قیامت اور ہوش رُبا ہوگا"

پھر ایک اشتہار دیا، جسکا عنوان "زلزلہ کی خبر بار سویم" تھا، اسکے شروع میں لکھا، کہ آج ۲۹ر اپریل ۱۹۰۵ء کو پھر خداتعالےٰ نے مجھے دوسری مرتبہ زلزلہ شدیدہ کی نسبت اطلاع دی ہے در حقیقت یہ سچ ہے، اور بالکل سچ ہے، کہ وہ زلزلہ اسی ملک پر آنیوالا ہے، جو پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، اور نہ کسی دل میں گذرا۔

مندرجہ بالا اقتباسات اس بات کو اظہر من الشمس کر رہے ہیں، کہ وہ زلزلہ عظیمہ یہی ہے، جس کو اُردو زبان والے بھونچال کہتے ہیں ۔ اور یہی مرزا صاحب کی مراد تھی پیشگوئی بالا کو مرزا صاحب نے اپنی کتاب براہین احمدیہ کے حصہ پنجم میں بصورت نظم شائع کیا ہے اس نظم کے چند ابیات درج ذیل ہیں، غور سے ملاحظہ فرماویں ؎

اک نشان ہے، آنیوالا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائیں گے دیہات و شہر و مرغزار
یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جن وانس
زار بھی ہوگا، تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

شعر اولیٰ کے لفظ آج کے نیچے لکھا ہے، تاریخ امروز ۱۵ر اپریل ۱۹۰۵ء جس سے یہ امر واضح ہوتا ہے، کہ یہ وہی پیشگوئی ہے، جو ۴ر اپریل ۱۹۰۵ء کے ارد گرد اُنہوں نے کی تھی۔

مرزا صاحب کی عادت تھی، کہ اپنی الہامی پیشگوئی کو ادھر اُدھر چکر دیا کرتے تھے، اسلئے عوام نے اعتراض کیا، کہ یہ پیشگوئی گول مول ہے، اسکے جواب میں اُنہوں نے لکھا، کہ آپ خود سوچ لیں، کہ یہ پیشگوئی گول مول کیسے ہوئی، جبکہ اسمیں صریح زلزلہ کا نام بھی موجود ہے، اور یہ بھی موجود ہے، کہ وہ میری زندگی میں آئیگا، اور اس کے ساتھ یہ بھی پیشگوئی ہے کہ وہ انکے لئے نمونہ قیامت ہوگا، جن پر یہ زلزلہ آئیگا، اگر یہ گول مول ہے، تو پھر کھلی کھلی پیشگوئی کس کو کہتے ہیں (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۰)

اقتباس بالا اپنا مضمون صاف بتلا رہا ہے، کہ وہ زلزلہ موعودہ بھونچال ہوگا، ہمارے

ملک پنجاب میں ہوگا، اور مرزا صاحب کی زندگی میں ہوگا۔

مضمون بالا کی توضیح خود ہی کتاب مذکورہ کے صہ۹۷ پر یوں کرتے ہیں، "اور بار بار وحی الٰہی نے مجھے اطلاع دی ہے، کہ یہ پیشگوئی میری زندگی میں میرے ہی ملک میں اور میرے فائدہ کے لئے ظہور میں آئیگی"۔

یہاں پر اقتباس اولٰی کی بڑے زور سے تائید کی گئی ہے۔

اور سنئے! مرزا صاحب زلزلہ سے کیا مراد لیتے ہیں، لکھتے ہیں، "اسمیں کچھ شک نہیں، کہ اس آیندہ کی پیشگوئی میں پہلی پیشگوئی کی طرح بار بار زلزلہ کا ہی لفظ آیا ہے، اور کوئی لفظ نہیں آیا، اور ظاہری معنوں کا بہ نسبت تاویلی معنوں کے زیادہ حق ہے" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم صہ۹۳)

لیجئے! خود فیصلہ کر دیا، کہ زلزلہ سے مراد بھونچال ہی ہے، باوجود اس بات کے کہ مرزا صاحب زلزلہ سے مراد بھونچال لیتے ہیں، پھر اس پیشگوئی کو جنگ کی نسبت قرار دینا انصاف کا خون کرنا ہے اب یہ دیکھنا ہے، کہ "زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار" میں "زار" کا لفظ کیوں لکھا گیا ہے؟ جن اصحاب کو شعر گوئی کا مذاق ہو، وہ جانتے ہیں، کہ شاعر کو قافیہ تلاش کرنے میں بڑی دقت ہوتی ہے، بالخصوص مرزا صاحب جیسے شاعر کے لئے جنکی طبع میں آمد ہی نہیں، بلکہ آورد ہی ہے، قافیہ پورا کرنے کے لئے غیر متعلق بھی گھسیٹ لیا کرتے ہیں، چونکہ حال زار کے قافیہ کے ساتھ **زار** کا لفظ ابتدا میں ایزاد کرنا ایک تفنن ہے، اسلئے استعمال کر لیا۔

لہذا فقرہ کے یہ معنی ہوئے، کہ اگر زار جیسا بادشاہ اس گھڑی یعنی زلزلہ کیحالت میں ہوگا تو اس کی حالت بھی زار ہوگی، کیونکہ زلزلہ اپنا اثر سب لوگوں پر یکساں ڈالتا ہے، کیا غریب اور کیا امیر، کیا بادشاہ اور کیا فقیر۔

غور تو کیجئے، کہ اگر زار روس اور ایک فقیر ایک جگہ اکٹھے کھڑے ہوئے ہوں، اور زلزلہ وارد ہو جائے، تو کیا ایسا ہو سکتا ہے، کہ زلزلہ اس فقیر پر تو اپنا اثر ڈالدے، اور زار روس پر اپنا اثر نہ ڈال سکے، نہیں دونوں پر یکساں اثر ہوگا، اس لئے مرزا صاحب نے کہا، کہ ایسا سخت زلزلہ ہوگا، کہ زار بھی ہوگا، تو اس گھڑی باحال زار ہوگا۔

میرے دوستو! اب بھی اس میں کوئی تاویل کی گنجائش ہے، اب رہا یہ معاملہ کہ آیا بھونچال پنجاب کے ملک میں ویسا ہی مرزا صاحب کی زندگی میں آیا؟

افسوس! صد افسوس!! کوئی بھونچال نہ آیا، اور مرزا صاحب اس جہان سے خفا ہو کر اپنی پیشگوئی پوری کرنے کی تحریک کے لئے اصالتاً آسمانی عدالت کی جانب کوچ کر گئے، مگر کچھ خبر نہیں، کہ وہاں کیا کر رہے ہیں، اور کیسی گذر رہی ہے ؎

کہیے یارانِ عدم کیا گذری
کچھ تو لبِ گور سے فرمائیگا

مرزا صاحب کی چالاکی

اب رہا یہ سوال، کہ مرزا صاحب نے دھڑلے سے ایسی پیشگوئی کیوں کری؟ ہاں لیجئے یہ راز بھی طشت از بام کئے دیتا ہوں، بات دراصل یہ تھی، کہ ۴ر اپریل ۱۹۰۵ء والے زلزلہ سے مرزا صاحب کچھ فائدہ نہ اٹھا سکے، لہذا آئندہ کسی موقع کی تلاش میں تھے، ان دنوں ایک انگریز نے یہ پیشگوئی کردی، کہ ۱۱ر ۱۲ر مئی ۱۹۰۵ء کو پھر ایک غضبناک زلزلہ آنیوالا ہے، بس پھر تو مرزا صاحب کیطرف اشتہار جاری ہو گئے، مقلدین مرزا صاحب نے اسکو اسقدر اہمیت دی، کہ جنگلوں میں نکل بیٹھے، حتّٰی کہ خود آنجناب مرزا صاحب اہل وعیال سمیت جنگل کو چلتے بنے، ایام مذکورہ گذر گئے، کوئی زلزلہ نہ آیا، اتنے میں ایک اور انگریز نے پیشگوئی کردی، کہ دو سو سال تک ایسا زلزلہ نہ آئیگا، بس اس کا سننا، کہ گرو جی اپنے پنتھیوں سمیت جوتیاں چٹخاتے ہوئے اپنا سا منہ لے کر گھروں کو واپس لوٹے، کسی نے اشعار میں خوب ادا کیا ہے ؎

مرزا جی گھر کو چھوڑ کے جنگل کو جاتے ہیں
اور زلزلہ سے قوم کو اپنی ڈراتے ہیں
بستے گھروں کو چھوڑ کے سب بھاگنے لگے
جنگل میں جاکے اپنے وہ ڈیرے جماتے ہیں
واپس گھروں میں آگھسے چپکے سے لوٹ کر
شرمندگی سے چہروں کو اپنے چھپاتے ہیں

اور راتوں رات آ گئے مرزا جی شہر میں
سارے حواری جوتیاں چٹخاتے آتے ہیں

باقی رہا یہ امر کہ باوجود اس صراحت اس وضاحت اور اس تشریح کے اب اس سے موجودہ جنگ اور زار روس کی معزولی مراد لینا یہ انصاف کا خون کرنا اور عوام کو دہوکہ میں ڈالنا ہے، فرض بالمحال اگر اس سے جنگ ہی مراد لے لیں، تو وہ جنگ

(۱) مرزا صاحب کی زندگی میں ہونی چاہیے تھی۔

(۲) وہ جنگ مرزا صاحب کے ملک میں ہونی چاہیے تھی۔

(۳) اس سے مرزا صاحب کے ملک کا ایک حصہ انکی زندگی میں نابود ہو جانا چاہیے تھا۔

(۴) مرزا صاحب کی بار بار کی وحی میں کبھی تو جنگ کا نام اور زار روس کی معزولی کا لفظ آتا

(۵) مرزا صاحب ہرگز یہ نہ کہتے، ظاہری معنوں کا بنسبت تاویلی معنوں کے زیادہ حق ہے

غرض مرزا صاحب کی تحریروں سے یہ ثابت ہو گیا، کہ وہ ہرگز سچے اور راستباز شخص نہیں تھے، اور وہ خداوند تعالیٰ کیطرف سے نہیں تھے، اور اپنے مقرر کردہ معیار کے مطابق صریح اور صاف کاذب ٹھیرے۔

دوسرا معیار

سب سے بڑا اور زبردست معیار جو مرزا صاحب اپنے صدق و کذب پرکھنے کے لئے ہمیں بتلا گئے ہیں، وہ یہ ہے۔ لکھتے ہیں "ظاہر ہے، کہ جب کوئی ایک بات میں جھوٹا ثابت ہو جائے، تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا"[۱]

اب میں اسی معیار پر مرزا صاحب کو پرکھتا ہوں، گو پیشگوئیوں کے باطل اور جھوٹا ہونیکے بعد کسی مزید جھوٹ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی،

تاہم ہر پہلو، ہر سمت، ہر طرف اور ہر جہت سے جھوٹا ثابت کرنیکے لئے مرزا صاحب کے چند ایسے جھوٹ درج کئے جائیں گے، جنکا صحیح جواب مرزائی صاحبان تا قیامت نہیں دے سکتے۔

۱۔ دیکھو چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۲

جھوٹ نمبر ۱

شہادت القرآن صہ۴۱ میں لکھتے ہیں، کہ اگر حدیث کے بیان پر اعتماد ہے، تو پہلے ان حدیثوں پر عمل کرنا چاہیے، جو صحت اور وثوق میں اس حدیث پر کئی درجہ بڑھی ہوئی ہیں، مثلاً صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے خاص کر وہ خلیفہ جسکی نسبت بخاری میں لکھا ہے، کہ آسمان سے اسکے لئے آواز آئیگی ھٰذَ خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ الْمَھْدِیُّ اب سوچو، کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے، جو ایسی کتاب میں درج ہے، جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے"،

اجی مرزا صاحب! سوچا اور خوب سوچا، کہ یہ حدیث اُس پایہ اور مرتبہ کی ہے، جس پایہ اور مرتبہ کے آپ مجدد، رسول اور محدث ہیں

اللہ رے دلیری کہ بخاری جیسی مشہور کتاب، پھر مرزا صاحب کو ادنیٰ ادنیٰ بات پر وحی کی بارش، اور پھر حضور کی وحی دخل شیطانی سے محفوظ، روح اللہ ہر وقت آپکے ساتھ، الہام جناب کا قطعی، مگر اسقدر جھوٹ سے نہ وحی نے روکا، نہ روح القدس نے اس مضمون کو بخاری کی روایت بتانا اس امر کی کافی شہادت ہے، کہ مرزا صاحب کی طبع میں احتیاط اور راستبازی کا نام تک نہ تھا، اگر میں غلط کہتا ہوں، تو تمام دنیا کے مرزائی ملکر تلاش کر کے اس روایت کو دکھائیں، ورنہ مرزا صاحب کے کاذب اور مفتری ماننے میں کوئی تامل نہ کریں،

میں دعویٰ سے ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں، کہ تا قیامت کوئی نہیں دکھلا سکتا ؎

نہ خنجر اُٹھے ہے نہ تلوار انسے — یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

جھوٹ نمبر ۲

اربعین نمبر۳ صہ۹ میں مرزا صاحب نے لکھا ہے، کہ مولوی غلام دستگیری صاحب

قصوری اور مولوی اسمٰعیل صاحب علیگڈھی نے لکھا ہے، کہ جھوٹا سچے کے سامنے مرجائیگا"
یہ مرزا صاحب کا صریح کذب ہے، ان دونوں حضرات نے ایسا کہیں نہیں لکھا، اگر کسی کو دعویٰ ہے، تو بتاؤ، کہ کہاں اور انکی کس کتاب میں ہے ہاں میں دعوے سے کہتا ہوں کہ کوئی مرزائی اس جھوٹ کے داغ کو قیامت تک نہیں مٹا سکتا ۔ ؎

باندھی سب نے زیر فلک جھوٹ پر کمر
شاید بگڑگیا ہے کہیں ماٹ نیل کا

جھوٹ نمبر ۳

نورالحق الحصۃ الثانیہ صہ۱۹ میں مرزا صاحب نے ایک حدیث نقل کی ہے، فَاَخْبَرَ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ الْاَنَامِ اَنَّ الشَّمْسَ تَنْکَسِفُ عِنْدَ ظُھُوْرِ الْمَھْدِیْ فِی النِّصْفِ مِنْ ھٰذِہِ الْاَیَّامِ یَعْنِیْ الثَّامِنَ وَالْعِشْرِیْنَ قَبْلَ نِصْفِ النَّھَارِ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے، کہ مہدی کے ظہور کیوقت ایام کسوف کے نصف میں ہوگا، یعنی اٹھائیسویں تاریخ میں دوپہر سے پہلے۔
یہ مرزا صاحب کا سفید جھوٹ ہے، یہ کوئی حدیث نہیں، اگر کسی کو دعوےٰ ہے، تو کتب احادیث سے عبارت بالا ایسے من دعا نکالدیجئے، ورنہ سمجھئے، کہ مرزا صاحب نے سخت جھوٹ بولا ہے ۔ ؎

معجزوں کا مدعی بنتا ہے تو
جھوٹ پر اس قدر کیوں تنتا ہے تو

ناظرین، آپنے ملاحظہ کرلیا، کہ مرزا صاحب اپنے مقرر کردہ معیار کے مطابق کسطرح کاذب مفتری، جھوٹے اور دھوکہ باز ثابت ہورہے ہیں جسمیں کسی حیلہ اور چون وچرا کی گنجائش نہیں، اب ذرا مرزا صاحب کے پانچ، چھ جھوٹ اور ملاحظہ ہوں، جن کا صحیح جواب غیر ممکن اور محال ہے ۔

جھوٹ نمبر ۴

مرزا صاحب کی سب سے پہلی الہامی کتاب جس میں دسہزار روپیہ انعام کا الہامی اشتہار بھی درج ہے، اس اشتہار میں مرزا صاحب نے لکھا ہے، کہ اس کتاب میں جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ سب سچ ہے، لیکن اس کے پہلے ہی دیباچہ میں انہوں نے لکھا ہے کہ "اس کتاب میں ایک اشتہار ایک مقدمہ، چار فصلیں اور ایک خاتمہ ہے،

اب میں مرزائی حضرات سے پوچھتا ہوں، کہ براہین احمدیہ سینکڑوں کی تعداد میں طبع شدہ موجود ہے، آیئے! اس کے ورق اُلٹ کر ایک اشتہار، ایک مقدمہ، **چار فصلیں** اور ایک خاتمہ نکالکر دکھائیے، اور مرزا صاحب کو سچا ثابت کریئے

میں دعوے سے کہتا ہوں، کہ کوئی مرزائی تا قیامت ہرگز ہرگز نہیں دکھلا سکتا اب بتلاؤ! کہ مرزا صاحب کے کاذب ماننے میں آپکو کیا شبہ باقی ہے۔

جھوٹ نمبر ۵

مرزا صاحب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹ میں لکھتے ہیں، کہ

مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے، کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں، اور قیامت تک مخصوص رہینگے، لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے، اور بکثرت اُمورِ غیبیہ اسپر ظاہر کئے جائیں، وہ نبی کہلاتا ہے

یہ مرزا صاحب نے عوام کو دہوکا دینے اور اپنے دام تزویر میں لانے کے لئے صریح اور صاف جہوٹ لکھا ہے، مجدد صاحب نے ہرگز نہیں لکھا، کہ وہ نبی کہلاتا ہے، بلکہ اُنہوں نے تو یہ لکھا ہے، کہ وہ محدث کہلاتا ہے، اگر ہمت ہے، تو مکتوبات سے نکالکر دکھاؤ۔

جھوٹ نمبر ۶

مرزا صاحب نے اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" کے صفحہ ۵۳ میں لکھا ہے، کہ "اور احادیث میں معتبر روایتوں سے ثابت ہے، کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ مسیح کی عمر ایک سو پچیس ۱۲۵ برس کی ہوئی ہے۔

اور اس بات کو اسلام کے تمام فرقے مانتے ہیں، کہ حضرت مسیح علیہ السلام میں دو ایسی باتیں جمع ہوئی تھیں، کہ کسی نبی میں وہ دونوں جمع نہیں ہوئیں

(۱) یہ کہ انہوں نے کامل عمر پائی، یعنی ایک سو پچیس برس زندہ رہے۔

(۲) یہ کہ انہوں نے دنیا کے اکثر حصوں کی سیاحت کی، اس لئے نبی سیاح کہلائے"

یہ مرزا صاحب کا بالکل سفید جھوٹ ہے، اسلام کے تمام فرقے اس بات کو ہرگز ہرگز تسلیم نہیں کرتے، اگر کسی کو دعوے ہے، تو ثابت کرے، مگر میں دعوے سے کہتا ہوں، کہ کوئی مرزائی تا قیامت ثابت نہیں کرسکیگا ؎

نہ خنجر اُٹھے ہے، نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

جھوٹ نمبر ۷

مرزا صاحب نے اپنی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۹۱ میں لکھا ہے، کہ "اور بعض احادیث میں بھی آچکا ہے، کہ آنے والے مسیح کی ایک یہ بھی علامت ہوگی کہ وہ **ذوالقرنین** ہوگا"

یہ مرزا صاحب نے بالکل جھوٹ لکھا ہے، کتب احادیث دنیا میں موجود ہیں، اُٹھ نہیں گئیں، اگر ہمت ہے، تو آؤ، اور مرزا صاحب کو سچا کر کے دکھاؤ، ورنہ ایسے مذہب سے توبہ کرو۔

جھوٹ نمبر ۸

تحفہ گولڑویہ کے ۱۴۰ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

"اور انکی (یعنی کشمیر) کی پورانی تاریخوں میں لکھا ہے، کہ یہ ایک نبی شہزادہ ہے، جو بلاد شام کی طرف سے آیا تھا، جس کو قریبًا اُنیس سو برس آئے ہوئے گذر گئے، اور ساتھ اس بعض شاگرد تھے، اور وہ کوہ سلیمان پر عبادت کرتا رہا، اور اس کی عبادت گاہ پر ایک کتبہ تھا، جس کے یہ لفظ تھے، کہ یہ ایک شہزادہ نبی ہے، جو بلاد شام کی طرف سے آیا تھا، اور اُس کا نام یوذ ہے"۔

مرزا صاحب نے لوگوں کو دہوکا دینے کے لئے یہ صریح جھوٹ لکھا ہے، کشمیر کی قدیم وجدید سب تواریخ موجود ہیں، کسی تاریخ سے ایسا نکال دو، ورنہ خدا سے ڈرو اور ایسے جھوٹے مذہب کو خیرباد کہ دو۔

تیسرا معیار

اب میں مرزا صاحب کا ایک قول پیش کرتا ہوں، جس سے مرزا صاحب کی مسیحیت خاک میں ملجاتی ہے، اور وہ اپنے پختہ اقرار سے جھوٹے ثابت ہوتے ہیں، اگر کسی کو ہمت ہے، تو مرد بنے، اور میدان میں نکلے، اور سچا کر کے دکھلائے۔

مرزا صاحب اخبار البدر مطبوعہ ۱۹ر جولائی سنہ ۱۹۰۶ء میں لکھتے ہیں "میرا کام جس کے لئے میں کھڑا ہوا ہوں، یہی ہے، کہ میں عیسیٰ پرستی کو ستون کو توڑ دوں، اور بجائے تثلیث کے توحید پھیلاؤں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت اور شان دنیا پر ظاہر کروں، پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں، اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آوے، تو میں جھوٹا ہوں، پس دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے، اور وہ انجام کو نہیں

دکھیتی، اگرمیں نے اسلام کی حمایت میں کام کر دکھایا، جو مسیح موعود اور مہدی کو کرنا چاہیئے، تو پھر میں سچا ہوں، اور اگر کچھ نہ ہوا، اور مرگیا، تو سب گواہ رہیں، کہ میں جھوٹا ہوں"۔

مرزا صاحب نے یہاں تین دعوے کئے ہیں۔

اوّل عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑنا۔

دوم بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلانا۔

سوئم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت اور شان دنیا پر ظاہر کرنا۔

اس کے بعد بڑے دعوی سے یہ لکھتے ہیں، کہ اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں، اور یہ باتیں میں پوری نہ کرسکوں، اور مرجاؤں، تو سب گواہ رہیں، کہ میں جھوٹا ہوں۔

اب میں مرزائی صاحبان سے یہ دریافت کرتا ہوں، کہ وہ مرزا صاحب کے جھوٹے ہونے کی گواہی کیوں نہیں دیتے، اب انہیں کیا عذر ہے، مرزائی حضرات ان زوردار دعووں کو ملاحظہ کریں، اور بتلائیں، کہ ان میں کوئی بات بھی انکی زندگی میں پوری ہوئی، یا ان کے خلیفہ اوّل یا دوم نے سچ کرکے دکھائی؟ کیا عیسائیت دنیا سے نیست و نابود ہوگئی؟ کیا تثلیث کے بجائے توحید دنیا میں پھیل گئی؟ ہرگز ہرگز نہیں، تمام دنیا نے دیکھ لیا، اور دیکھ رہی ہے، کہ مرزا صاحب کے آنے کے بعد سے اسلام کی حالت بدتر ہوتی گئی، اور بالخصوص اب جیسی حالت زار ہے، جو نام کے مسلمان ہیں، وہ بھی ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں عیسائی و آریہ، دہریہ اور بے دین ہوتے جاتے ہیں۔

اگر انصاف اور حق طلبی سے دیکھا جائے، تو مرزا صاحب کے وجود سے تثلیث کے ماننے والے فنا تو کیا ہوتے، بہت کچھ اُن کی ترقی ہوگئی، اور توحید کی جگہ ساری دنیا میں تثلیث پھیل گئی، حقیقت تو یہ ہے، کہ مرزا صاحب نے محض مسلمانوں کو دھوکہ اور فریب دینے اور اپنے دام میں لانیکے لئے زوردار دعوے کر دیئے، ورنہ وہ اور انکے متبعین تو عیسائیونکے پورے معین و مددگار رہیں، اور اسلام کے پکے دشمن۔

بجائے اس کے مرزا صاحب اپنی سعی سے لوگوں کو مسلمان بناتے، انہوں نے آتے ہی چالیس کروڑ مسلمانوں کو تو مرتد اور کافر بنادیا، ان کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز اور حرام قرار دیدیا، ان کے ساتھ رشتہ ناطہ کرنا قطعی طور پر ممنوع ٹھیرا دیا، اور ان کیلئے دوزخ کا دروازہ کھولدیا، برخلاف اس کے اپنی قلیل جماعت کو فرقہ ناجی اور

مستحق جنت ٹھیرایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت، افضلیت اور شان یہ ظاہر کی، کہ آتے ہی زور سے دعوی کردیا، کہ اِنَّ قَدَمِی ھٰذِہٖ عَلٰی مَنَارَۃٍ خُتِمَ عَلَیْہِ کُلُّ رِفْعَۃٍ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۵) یعنی میرا پاؤں اس بلندی پر ہے، جس پر تمام بلندیاں ختم ہیں، یعنی مجھے وہ رتبہ ملا ہے، کہ کسی نبی کو آجتک نہیں ملا، یہاں پر صریح لفظوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر افضلیت کا دعوی کیا گیا ہے،

ایک جگہ پر تو صاف طور پر کھلے کھلے الفاظ میں لکھتے ہیں، کہ میرے بڑے بڑے نشان تین لاکھ تک پہونچتے ہیں (دیکھے تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۶۸)

اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۴۰ میں لکھتے ہیں، کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تین ہزار معجزے ظہور میں آئے۔

ان دونوں قولوں کے ملانے سے ظاہر ہوا، کہ مرزا صاحب کا دعوی ہے، کہ میرے معجزات جناب رسول اللہ (صلعم) کے معجزات سے ہی زیادہ ہیں یعنی مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سو حصہ زیادہ فضیلت ہے (نعوذ باللہ)

اب ناظرین خود انصاف کریں، کہ اس معیار کی رُو سے صادق ٹھیرے یا کاذب

باب سوئم

مرزا صاحب کے کذب میں قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے معیار

ناظرین! مرزا صاحب اپنے پیش کردہ معاییر کی رُو سے کاذب، مفتری، جھوٹے اور بیدین ثابت ہوگئے، ہم انکے پیش کردہ اتنے ہی معیاروں پر اکتفا کرتے ہیں، اور

قرآن شریف اور حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معیار پیش کر کے ان کے کذب کی اور بھی تصدیق کرا دیتے ہیں۔

پہلا معیار

حدیث شریف میں آیا ہے مَا تَوَفَّی اللّٰہُ نَبِیًّا قَطُّ اِلَّا دُفِنَ حَیْثُ قُبِضَ (کنز العمال جز ۲ ص ۱۱۹) اسکا ترجمہ میں اپنی طرف سے نہیں کرتا، بلکہ مرزا محمود صاحب کا ترجمہ پیش کرتا ہوں، وہ اس معیار کو مانتے ہیں، لکھتے ہیں، "نہیں فوت کیا کسی نبی کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہرگز، کہ وہ دفن کیا گیا، جس جگہ فوت کیا گیا۔

دیکھئے تشحیذ الاذہان جلد ۱۱ نمبر ۴ ماہ اپریل ۱۹۱۶ء ص ۷)

چنانچہ ایک اور حدیث بڑے زور سے اس کی تائید کرتی ہے۔

مَا قَبَضَ اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا فِی الْمَوْضِعِ الَّذِیْ یُحِبُّ اَنْ یُّدْفَنَ فِیْہِ (مشکوٰۃ جلد چہارم باب وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ اللہ تعالےٰ نبی کی روح کو اسی جگہ قبض کرتا ہے جہاں اسے دفن کرنا منظور ہو۔

حدیث بالا کے راوی حضرت ابا بکر صدیق ہیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جب انتقال ہوا، تو آپ کی تدفین کے مقام میں لوگوں کا اختلاف ہو گیا، تو اسی وقت حضرت ابو بکر صدیق رض نے یہ حدیث پڑھ سنائی صحابہ نے سنکر اسپر اتفاق کیا چنانچہ صدر اول کا اسپر بالاتمام و کمال اجماع ہو گیا ہ اور اسی پر عملدرآمد کیا گیا، یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جس حجرہ شریف میں انتقال ہوا تھا، وہیں اپ کو دفن کیا گیا۔

اب آپ خود انصاف کریں، کہ کیا مرزا صاحب اس معیار پر پورے اُترے؟ کیا جہاں مرزا صاحب کا انتقال ہوا تھا، وہیں دفن کئے گئے؟

افسوس! انتقال ہوا لاہور میں، اور دجال کے گدھے پر آپ کو لادکر قادیان میں لاکر دفن کیا گیا۔

ف: حضور مرزا صاحب ریل گاڑی سے نعش کر لائے تھے ۱۲ منہ

اُلجھا ہے، پاؤں یار کا زُلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیّاد آگیا

دوسرا معیار

اب ایک اور معیار پیش کرتا ہوں، اگر مرزائی حضرات مرزا صاحب کی اسپر پرکھکر کے سچا کر کے دکھادیں، تو فی الحقیقت مرزا صاحب کی آواز کو ہم لبیک کہنے کے لئے تیار ہیں، قادیان کے اسلامی جلسہ میں کئی دفعہ میں نے یہ معیار پیش کیا، مگر آجتک مرزائی حضرات نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا

حدیث شریف میں آیا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ

یعنی اللہ تعالےٰ نے انبیاء کے اجساد کو زمین پر حرام کردیا ہے، اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے، اور رزق دیا جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ)

یعنی زمین یا مٹی انبیاء علیہم السلام کے اجساد و ابدان کو ہرگز ہرگز نہیں کھاتی بلکہ انکے اجساد تو قبور میں ویسے ہی صحیح و سالم رہتے ہیں، جیسے آج دفن کئے گئے، چنانچہ اسکا ثبوت تاریخ مدینہ بنام جذب القلوب الی دیار المحبوب میں ملتا ہے، اس میں لکھا ہے۔ ”اور اخبار صحیحہ میں آیا ہے، کہ چالیس برس کی مدت کے بعد شہداء کے قبور شریفہ کو کھولا، تو ویسے ہی تروتازہ پھولوں کی کلیاں سی لاشیں مع کفن نکلیں گویا، کہ کل ہی دفن ہوئی ہیں، اور بعض کو اُنہیں سے دیکھا، کہ اپنے زخم پر ہاتھ رکھ کر ویسے ہی رہ گئے ہیں، ہاتھ کو جدا کرتے ہیں، تو زخم سے خون جاری ہوتا ہے، ہاتھ کو اٹھا کر چھوڑ دیتے ہیں، تو پھر وہیں زخم پر پہونچتا ہے، ان قبور شریفہ کے کھلنے کے جو سبب ہوئے ہیں، انہیں سے ایک یہ ہے، کہ بعض بعض لاشوں کے دفن میں خلط ہوگیا تھا، قرابتی ایک کا دوسرے کے پاس دفن ہوا تھا، تو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت صریح

سے یا دلالت حال سے یا قیاس و اجتہاد سے اُن لاشوں کو نکال نکال کر جدا جدا دفن کرتے تھے
اور بعض قبروں کے کھل جانیکی وجہ سیل ہوئی تھی، اور اکثر اس جہت سے قبریں کھلیں، کہ
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمان امارت میں ایک نہر کھدوا کر اسی مشہد مقدس
کی طرف جاری کی تھی، تو لاشیں نکال نکال کر الگ جا کر دفن کرتے تھے۔

امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ شفاء الاسقام میں لکھتے ہیں

"جسوقت حضرت معاویہ نے نہر نکالی اور نقل شہداء کا اپنے مواضع قبور سے حکم دیا
اسوقت ایک کدال حضرت سید الشہداء سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رض کے پائے مبارک میں
لگی، اس سے خون جاری ہوا،

اور نقل کرتے ہیں، کہ نہر کھدنے کے وقت انکے عامل نے منادی کی، کہ امیر المومنین
کی نہر آتی ہے، جس کسی کا مردہ یہاں دفن ہو، آوے، اور مردہ کو یہاں سے اکھاڑ کر
اور جگہ لے جاوے" (مرغوب القلوب ترجمہ جذب القلوب صفحہ ۱۹۵)

اب میں یہ کہتا ہوں، کہ جب انبیاء کے متبعین صدیقین کی یہ حالت ہو، کہ انکے
اجسام زمین نے نہ کھائے ہوں، تو کیا انکے پیشواؤں یعنی انبیاء کی یہ حالت نہ ہوگی
اب مرزائی صاحبان کو چاہیے، کہ مرزا صاحب کو اس معیار پر پرکھیں، اگر انکا
جسد بالکل صحیح و سالم نکل آئے، اور انکے چہرے پر انوار نبوت موجود ہوں تو ہم اُنکو نبی
ماننے کو تیار ہیں، ورنہ ان کو مرزائیت سے تائب ہونا پڑیگا، اگر مرد میدان ہو، تو نکلو ہ

بس تنگ نہ کر اے ناصح نادان مجھے اتنا
یا چلکے دکھادے، دھن ایسا، کمر ایسی

تیسرا معیار

قرآن شریف میں ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ

یعنی ہم نے تمام پیغمبروں کو انہی کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔

مرزا صاحب دنیا میں آئے، اور قصیدہ اعجازیہ لکھکر انہوں نے بڑے زور سے اعجاز کا دعوٰی کیا، اور لوگوں کا معارضہ اور مقابلہ کے لئے دعوت دی، مگر افسوس یہ کہ قصیدہ عربی کا لکھا، اگر پیغمبر ہوتے، تو ضروری ولابدی اپنی قومی زبان یعنی اُردو یا پنجابی میں لکھتے، نیز مرزا صاحب نے فرمایا، کہ مجھے مختلف زبانوں میں الہام ہوتے ہیں، چنانچہ براہین احمدیہ میں عبرانی، انگریزی، عربی، فارسی وغیرہ میں الہام موجود ہیں، یہ تعلیم قرآنی کے صریح خلاف ہے، اس معیار کے مطابق انکو اُردو یا پنجابی میں ہونا چاہیے تھا

جلوے میری نگاہ میں کون مکان کے ہیں
مجھسے کہاں چھپینگے ایسے وہ کہان کے ہیں

چوتھا معیار

مرزا صاحب کا دعوٰے ہے، کہ میں مسیح ابن مریم ہوں، چنانچہ مختلف جگہوں میں انہوں نے اسکا کئی جگہ اعلان بھی کیا ہے، حقیقۃ الوحی صـ۷۲ میں لکھتے ہیں، کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَكَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ یعنی اس خدا کی تعریف ہے جس نے تجھے ابن مریم بنایا

اسی طرح ازالۃ اوہام صـ۴۱۳ و ۴۱۴ میں لکھا ہے،

پس واضح ہو، کہ وہ مسیح موعود جس کا آنا انجیل اور احادیث صحیح کی رو سے ضروری قرار پاچکا ہے، وہ تو اپنے وقت پر اپنے نشانوں کے ساتھ آگیا، اور آج وہ وعدہ پورا ہوگیا، جو خدا تعالے کی مقدس پیشگوئیوں میں پہلے سے کیا گیا تھا۔

ان عبارتوں سے یہ بات خوب پایہ ثبوت کو پہونچ گئی، کہ آنیوالے مسیح مرزا صاحب ہی تھے، اب ہم حدیث شریف کی طرف رجوع کر کے دیکھتے ہیں، حدیث نبوی عیسیٰ علیہ السلام کو پرکھنے کے لئے ہمیں کونسا معیار بتلا گئی ہے، حدیث شریف میں آیا ہے۔

عَنْ حَنْظَلَةَ الْاَسْلَمِیِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ

حنظلہ اسلمی سے مروی ہے کہا میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سُنا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے تھے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُھِلَّنَّ اِبْنُ مَرْیَمَ بِفَجِّ الرَّوْحَاءِ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ لَیَثْنِیَنَّھُمَا (صحیح مسلم جلد اول مطبوعہ مجتبائی پریس دہلی ۱۳۱۹ھ صفحہ ۴۰۸ سطر ۱۴).

کہ قسم ہے، اُس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، کہ ابن مریم یقیناً اور ضرور مقام فج روحاء میں حج یا عمرہ یا قرآن (یعنی حج اور عمرہ دونوں کا) احرام باندھیں گے

میرے مرزائی دوستو! بتلاؤ، کیا مرزا صاحب نے حج کیا تھا، کیا اُنہوں نے حج یا عمرہ یا قران کا احرام باندھا تھا؟

حدیث تو بڑی تاکید سے کہتی ہے، کہ مسیح ابن مریم جب آئیگا، تو ضرور حج کریگا۔ ہاں! اگر یہ حیلہ تراشا جائے، اور اگر یہ بہانہ پیش کیا جائے، کہ مرزا صاحب میں استطاعت نہیں تھی، تو میں پوچھتا ہوں، کہ بتلائیے، کہ حدیث میں کہاں لکھا ہے، کہ مسیح میں استطاعت ہوگی، تو وہ حج کریگا، ورنہ نہیں؟

دوسرے میں یہ کہتا ہوں، کہ مرزا صاحب تو اپنے تئیں مختلف کتابوں پر رئیس اعظم قادیان لکھتے رہے ہیں، کیا انمیں استطاعت نہیں تھی، چلئے کدھر چلیں گے، میاں باطل اور مقابلہ حق کا

سامنا اور آہِ آتشگیر کا
مُنہ تو دیکھو آسمانِ پیر کا

پانچواں معیار

حدیث شریف میں ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ (مشکوٰۃ باب وفات النبی صلعم)

یعنی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں، کہ ہم انبیاء کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں، سب صدقہ ہوتا ہے

اسی واسطے حضرت ابوبکر صدیق رض۔ حضرت عمر رض۔ حضرت عثمان رض حضرت علی رضی اللہ

تعالےٰ عنہم نے مال فدک وغیرہ کو تقسیم نہیں کیا، اور نہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ دیا اگر مرزا صاحب نبی ہوتے، تو لابدی اس معیار کے مطابق اپنی تمام جائداد صدقہ کر جاتے، جب مرزا صاحب نے ایسا نہیں کیا، بلکہ انکی اولاد اور دیگر ورثا، ان کی جائداد منقولہ اور غیر منقولہ کے وارث ہوئے، اور مرزا صاحب نے خود اپنے بیٹے کو بھی اپنی جائداد سے محروم کر کے اُسکو عاق کردیا، تو وہ کاذب اور مفتری ٹھیرے ؎

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است
تو آشنائے حقیقت نہٗ خطا اینجا است

چھٹا معیار

قرآن شریف میں ہے۔

قُلْ لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا　　آپ اُنسے کہ دیجئے، کہ میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی دنیوی صلہ نہیں مانگتا۔

یہی نہیں، بلکہ قرآن شریف میں متعدد جگہ مختلف انبیاء کے بارے میں بھی ایسا ہی آیا ہے، چنانچہ سورہ شعراء نکالکر دیکھ لیجئے، کہ نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو کہا تھا، کہ وَمَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی میں تم سے کوئی دنیوی صلہ نہیں مانگتا، بلکہ میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔

یہاں سے سچے نبیوں کا مابہ الامتیاز یہ بھی نکلا، کہ وہ احکام کی تبلیغ میں اپنے لئے روپیہ اور چندہ نہیں مانگتے، جو کچھ کرتے ہیں، محض للہ اور خالص خدا کے واسطے کرتے ہیں۔

اب ہم مرزا صاحب کو اس معیار پر پرکھتے ہیں، کہ آیا وہ اسپر صادق اترتے ہیں یا کاذب؟

مرزا صاحب نے اپنے لئے چندہ مانگا، اور بہت سی رقم جمع کی، چنانچہ اپنے مکان کی وسعت کے لئے بڑے زور سے اشتہاروں میں انہوں نے چندہ کی درخواست کی، اور

لوگوں سے روپیہ وصول کیا۔

مرزا صاحب کی اپنی جائیداد تو بہت کم تھی، اتنی بڑی جائیداد جو انہوں نے مہیا کی، وہ سب چندہ کی بدولت تھی، لہٰذا مرزا صاحب کو اس معیار کی رُو سے کاذب ماننا پڑیگا ؎

راہ پران کو تو لے آئے ہیں ہم باتوں میں
اور کھل جاوینگے، دو چار ملاقاتوں میں

باب چہارم

مرزا صاحب کے کذب میں چند عقلی معیار

اب ہم قرآن وحدیث کے بتائے ہوئے اتنے ہی معیاروں پر اکتفاء کرتے ہیں، اور چند ایک عقلی معیار پیش کرتے ہیں، غور سے ملاحظہ ہوں۔

پہلا معیار

ہم دیکھتے ہیں، کہ آجتک دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس کی وفات کے بعد صحابہ میں اس بات پر اختلاف ہو گیا ہو، کہ یہ نبی تھا یا نہیں؟

کوئی ایسی نظیر بتلایئے، کہ کسی نبی کی جماعت اسکی وفات کے بعد اسطرح دو فریقوں میں منقسم ہو گئی ہو، جسطرح مرزا صاحب کے مرنے کے بعد انکے اصحاب دو[1] بڑی جماعتوں میں منقسم ہو گئے، ایک جماعت تو انکی نبوت کا مرے سے انکار کرتی ہے، اور دوسری جماعت انکو نبی اور مرسل من اللہ مانتی ہے۔

ابتدائے دنیا سے آجتک اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، یہ بھی مرزا صاحب کے کذب کی بڑی زبردست دلیل ہے ؎

سمجھا ہے او فلک تو مجھے اپنے دل میں کیا
تیرے دھوئیں اڑا دونگا میں اک آہ میں

[1] یعنی قادیانی پارٹی اور لاہوری پارٹی ۱۲ منہ

دوسرا معیار

دوسرے یہ کہ سچا نبی جب خدا کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا جاتا ہے، اُسی وقت وہ رسالت کا دعوٰی کر دیتا ہے، آہستہ آہستہ تدریجاً اظہار نبوت نہیں کرتا، یعنی یہ نہیں کرتا، کہ پہلے دعوٰی ولایت پھر مجددیت پھر مسیحیت اور پھر آخر میں کہیں جا کر جب دیکھا کہ لوگوں نے مان لیا ہے، دعوٰے نبوت کر دے۔

بخلاف مرزا صاحب کے کہ انہوں نے دیگر انبیاء صادقین کی مثل فوراً دعوٰی نبوت نہیں کیا، بلکہ وہ تو اول ولی، پھر مجدد، پھر مسیح موعود، پھر مہدی مسعود، پھر رام چندر پھر کرشن وغیرہ وغیرہ بنے، پھر کہیں جا کر نبوت کا دعوٰی کیا، آدم علیہ السلام سے لیکر محمد (صلعم) تک کسی نبی کسی رسول اور کسی مرسل من اللہ کا یہ طریقہ نہیں دیکھا جو مرزا صاحب نے کیا، تو معلوم ہوا، کہ مرزا صاحب سچے نبی نہیں تھے، بلکہ کاذب تھے۔

سر فروشی کی تمنا ہے، تو سر پیدا کر
تیر کھانے کی ہوس ہے، تو جگر پیدا کر

تیسرا معیار

تیسرا معیار سچے نبیوں کا یہ ہے، کہ ان کے نام ہمیشہ مفرد ہوتے ہیں، جیسے آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، داودؑ، سلیمانؑ، اسمٰعیلؑ، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن کریم و حدیث شریف میں انبیاء کا ذکر ہے، سب کے اسمائے گرامی مفرد ہیں مرکب نہیں۔

بخلاف غلام احمد کے کہ یہ مضاف اور مضاف الیہ سے مرکب ہے، پس معلوم ہوا، کہ مرزا صاحب غلام احمد قادیانی اس معیار کے مطابق سچے نبی نہیں، ورنہ انکا نام بھی مفرد ہونا چاہیے تھا۔

باب پنجم

عقائدِ مرزا صاحب

ناظرین! معیاروں کا سلسلہ ختم کیا جاتا ہے۔
اب ہم اس کے بعد مرزا صاحب کے اُس مذہب، اُن عقائد اور اُس تعلیم کا تھوڑا سا نمونہ پیش کرتے ہیں، جو وہ عوام الناس میں چھوڑ گئے ہیں۔
جس سے مرزا صاحب کا اسلام سے خارج ہونا روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائیگا اور نیز اس امر کی بھی توضیح و تشریح ہو جائیگی، کہ مرزا صاحب کا دعویٰ صرف نبوت کا ہی نہیں، بلکہ اُنکا دعویٰ تو یہ ہے، کہ میں تمام انبیاء سے افضل ہوں۔

مرزا صاحب کا اپنی وحی پر قرآن شریف کیطرح ایمان لانا

لکھتے ہیں، جبکہ مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے، جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم پر، تو کیا انہیں مجھ سے یہ توقع ہو سکتی ہے، کہ میں ان کی ظنیات بلکہ موضوعات کے ذخیرے کو سن کر اپنے یقین کو چھوڑ دوں، جس کی حق الیقین پر بنا ہے (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۲۵)
مذکورہ بالا قول سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں۔
اول یہ کہ مرزا صاحب اپنی وحی کو ایسا ہی قطعی اور یقینی خدا کا کلام جانتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید ہے، اس سے دو امور ثابت ہوئے، ایک تو یہ کہ مرزا صاحب کو ویسا ہی نبوت کا دعویٰ ہے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا، ورنہ مرزا صاحب کی وحی کا قطعی اور یقینی طور پر خدا کا کلام ہونا اور اُس پر ایمان لانا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔

دوسرا امر یہ معلوم ہوا، کہ مرزا صاحب اپنی وحی کے منکر کو ویسا ہی کافر سمجھیں گے جیسا کہ قرآن مجید کے منکر کو۔

دوم یہ کہ مرزا صاحب اپنی وحی کے مقابلہ میں تمام احادیث نبویہ کو بیکار بتاتے ہیں کیونکہ وہ اپنی وحی کا من جانب اللہ ہونا قطعی بتاتے ہیں، اور احادیث کا ثبوت ظنّی کہتے ہیں بلکہ بلا تعین انہیں موضوع یعنی جھوٹی بنائی ہوئی باتیں کہتے ہیں۔

مرزا صاحب کا اپنی الہامات پر قرآن شریف کیطرح ایمان لانا

لکھتے ہیں، "مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں، کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں، جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں، اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے"۔ (حقیقۃ الوحی صہ ۲۱۱)

دیکھا جائے، کہ کس صفائی سے اپنے الہامات پر ایمان لانا ویسا ہی فرض بتلاتے ہیں، جیسا قرآن مجید پر، انکے کلام خدا ہونے پر انہیں ایسا ہی یقین ہے، جیسے قرآن مجید کے کلام خدا ہونے پر، اس قول کے بعد کسی ذی علم کو اس بات کے ماننے میں کوئی تامل نہیں ہو سکتا کہ انکی الہامات کا منکر کافر ہے، جب انکی وحی کا مرتبہ کلام الٰہی ہونے میں ایسا ہی ہو جیسا قرآن مجید ہے، تو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی، کہ مرزا صاحب کے نزدیک انکے الہامات کا منکر کافر نہ ہو، بلکہ ضرور ہے، کہ انکے الہامات کا منکر ویسا ہی کافر ہوگا، جیسا قرآن مجید کا منکر۔

دعوئ نبوت کیسا تھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فضیلت کا دعویٰ

لکھتے ہیں "خدا نے اس اُمت میں سے مسیح موعود بھیجا، جو اُس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھکر ہے، اور اُسکا نام غلام احمد رکھا۔" (دافع البلاء صفحہ ۱۳)

اس قول میں نہایت صاف طور سے نبی مستقل اور صاحب شریعت ہونے کا دعوےٰ ہے، کیونکہ مرزا صاحب اپنے آپ کو ہر شان میں حضرت مسیح علیہ السلام سے بہت بڑھکر بتاتے ہیں، اور جب مرزا صاحب ہر شان میں انسے بڑھکر ہوئے، تو بالضرور ان کا یہ دعوےٰ ہوا، کہ میں مستقل نبی ہوں، بلکہ بعض مستقل انبیاء سے بہت بڑھ کر ہوں، اور صاحب شریعت ہوں۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں، "خدا نے اس اُمت میں مسیح موعود بھیجا، جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہے، مجھے قسم ہے اوس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا، تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں، وہ ہرگز نہیں کر سکتا، اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں، وہ ہرگز نہ دکھلا سکتا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸)

ایک اور جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی فضیلت کو اسطرح ظاہر کرتے ہیں۔ "پھر جبکہ خدا نے اور اُس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخر زمانے کے مسیح کو اس کے کارناموں کیوجہ سے افضل قرار دیا ہے تو پھر یہ شیطانی وسوسہ ہے، کہ کیوں تم مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہو" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵)

اس قول میں مرزا صاحب کے کئی جھوٹ ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) خدا نے فرمایا ہے، کہ آخر زمانے کا مسیح پہلے وقت کے مسیح سے افضل ہوگا۔

(۲) جناب رسول اللہ (صلعم) نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے۔

(۳) انبیاء کرام کا بھی یہی قول ہے۔

(۴) آخری زمانہ کے مسیح کی فضیلت اسکے عمدہ اور مفید کاموں کی وجہ سے بیان گئی ہے، یہ چاروں باتیں محض غلط اور جھوٹ ہیں، قرآن و حدیث اور کتب سابقہ موجود

ہیں، کوئی احمدی دکھلائے، کہ آنیوالے مسیح کو پہلے مسیح سے افضل کہاں ٹھیرایا ہے، اس مسیح نے سوائے اپنی شہرت کے کیا کارنامے دکھائے، اور اسلام اور مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچایا بجز اسکے کہ دنیا کے مسلمانوں کو کافر ٹھیرادیا، اور کیا کیا ؟ ؎

واقف رہ جو نہیں قافلہ سالار نہ بن
سرفروشی کی نہیں تاب تو سردار نہ بن

کھلے کھلے لفظوں میں دعویٰ نبوت

(۱) "مَیں نبی ہوں، اور اس اُمت میں نبی کا میرے لئے مخصوص ہے"۔ (حقیقۃ الوحی صہ ۳۹۱)

(۲) "الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے، کہ یہ خدا کا فرستادہ ہے خدا کا مامور، خدا کا امین، اور خدا کی طرف سے آیا ہے، اس پر ایمان لاؤ، اور اس کا دشمن جہنمی ہے"۔ (انجام آتھم صہ ۶۲)

(۳) سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا (دافع البلاء صہ ۱۱)

(۴) مجھے الہام ہوا ہے، یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا یعنی اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ تعالےٰ کی جانب سے رسول ہو کر آیا ہوں" (معیار الاخیار صہ ۱۱)

(۵) "بہرحال جب تک طاعون دنیا میں رہے، گو ستر برس تک رہے، قادیان کو اسکی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھیگا کیونکہ یہ اسکے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام اُمتوں کے لئے نشان ہے" (دافع البلاء صہ ۱۰)

دیگر انبیاء پر فضیلت کا دعوےٰ

لکھتے ہیں "بلکہ خدائے تعالےٰ کے فضل وکرم سے میرا جواب یہ ہے۔ کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے اس قدر معجزات دکھالئے ہیں، کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں، جنہوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہوں، بلکہ سچ تو یہ ہے، کہ اُس نے اسقدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے، کہ باستثنا ہمارے نبی (صلعم) کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے۔"

(تتمہ حقیقۃ الوحی صہ ۱۳۶)

قول بالا کی تائید میں مرزا صاحب کا ایک اور قول پیش کرتا ہوں، وہ یہ ہے، "اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کہ اُسی نے مجھے بھیجا ہے، اور اُسی نے میرا نام نبی رکھا ہے، اور اُسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے، اور اسی نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں، جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں"۔ (تتمہ حقیقت الوحی مطبوعہ مطبع میگزین قادیاں صہ ۶۸)

ہر دو اقوال بالا میں بڑے زور سے دیگر انبیاء پر اپنی فضیلت کو صریح اور صاف الفاظ میں ظاہر کر رہے ہیں، جسمیں کسی کو چون وچرا کی گنجائش نہیں۔

حضور سرور کائنات پر فضیلت کا دعویٰ

اس سے قبل تتمہ حقیقۃ الوحی سے مرزا صاحب کا دعویٰ نقل کیا گیا ہے، کہ میرے بڑے بڑے نشان تین لاکھ تک پہونچتے ہیں، مگر اسی پر بس نہیں، بلکہ اخبار بدر مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء میں تین لاکھ سے زیادہ اپنے معجزات کو بیان کیا ہے، اور لکھا ہے، "جو میرے لئے نشان ظاہر ہوئے، وہ تین لاکھ سے زیادہ ہیں، اور کوئی مہینہ نشانوں سے خالی نہیں گذرتا۔"

اور جناب رسول اللہ (صلعم) کی نسبت تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۴۰ میں لکھتے ہیں

کہ ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تین ہزار معجزے ظہور میں آئے"۔

ان ہر دو اقوال کے ملانے سے ظاہر ہوا، کہ مرزا صاحب کا یہ دعوے ہے۔ کہ میرے معجزات آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معجزات سے سو حصہ زیادہ ہیں (یعنی سو حصہ مجھے حضور پر زیادہ فضیلت ہے، نعوذ باللہ۔

(۲) اب ایک اور قول سنئے، لکھتے ہیں "لیکن پھر بھی دو نام دو نبیوں سے کچھ خصوصیت رکھتے ہیں (یعنی مہدی کا نام ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے خاص ہے، اور مسیح یعنی موید بروح القدس کا نام حضرت عیسٰی علیہ السلام سے کچھ خصوصیت رکھتا ہے، اور نبیوں کی پیشگوئیوں میں یہ بھی تھا، کہ امام آخر الزمان میں یہ دونوں صفتیں اکٹھی ہو جاوینگی (حاشیہ اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۱)

اس قول سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے، کہ مرزا صاحب کے نزدیک موید بروح القدس ہونیکی صفت رسول اللہ (صلعم) میں نہ تھی، صرف مہدی ہونیکی صفت تھی (یعنی ایک عظیم الشان صفت سے جناب رسول اللہ (صلعم) محروم تھے (نعوذ باللہ)

مگر مرزا صاحب دونوں صفت کے جامع ہیں، اور جناب رسول اللہ (صلعم) سے فضیلت رکھتے ہیں،

(۳) ایک اور قول ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں "تمام دنیا میں کئی تخت اُترے، پر تیرا (یعنی مرزا صاحب کا) تخت سب سے اونچا بچھایا گیا (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۹)

اس قول میں مرزا صاحب صاف طور سے اپنے آپکو تمام انبیاء پر فوقیت دیتے ہیں کیونکہ تخت اُترنے سے مقصود معمولی تخت نہیں، بلکہ مثالی طور پر عالی مرتبہ رسالت و نبوت کا تخت مراد ہو سکتا ہے، جب مرزا صاحب کا تخت سب سے بلند بچھایا گیا، تو معلوم ہوا، کہ مرزا صاحب تمام انبیاء سے افضل ہیں؎

اسی طرح خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۵ پر لکھتے ہیں، اِنَّ قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی مَنَارَۃٍ خُتِمَ عَلَیْہِ کُلُّ رِفْعَۃٍ، (یعنی یہ میرا پاؤں اس بلندی پر ہے، جس پر تمام بلندیاں ختم ہیں، یہاں بھی یہی دعوے ہے، کہ مجھے وہ بلندی نصیب ہوئی ہے، جو کسی نبی کو نہیں ملی۔ (نعوذ باللہ)

(۴) چوتھا قول یہ ہے، "اٰتَانِیْ مَالَمْ یُؤْتَ اَحَدٌ مِّنَ الْعَالَمِیْنَ (استفتاء صفحہ ۸۷)

اس الہام کا یہی مطلب ہے، کہ مرزا صاحب کو جو مرتبہ دیا گیا ہے، وہ سارے

جہاں میں کسی ولی اور کسی نبی کو نہیں دیا گیا، اسمیں جناب رسول اللہ صلعم بھی داخل ہیں یعنی حضور کو بھی وہ مرتبہ نہیں دیا گیا (استغفر اللہ)

(۵) اسی طرح قصیدہ اعجازیہ کے صـ۷۱ پر اپنی فضیلت کا یوں اظہار کرتے ہیں، لَہٗ خَسَفَ الْقَمَرُ الْمُنِیْرُ وَاِنَّ لِیْ ۔ غَسَا الْقَمَرَانِ الْمُشْرِقَانِ اَتُنْکِرُ، یعنی رسول اللہ صلعم کیلئے تو صرف چاند کا خسوف ظاہر ہوا، اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا، اب کیا تو انکار کریگا؟ اس شعر میں پہلے رسول اللہ صلعم کا نشان صرف چاند گہن بتاتے ہیں، اور اپنا نشان چاند اور سورج دونوں کا گہن کہتے ہیں، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ کے صداقت کے اظہار کیلئے تو صرف چاند گہن ہوا، اور میری صداقت کے لئے چاند اور سورج دونوں کا گہن ہوا، یعنی آنحضرت (صلعم) پر مجھے فضیلت دی (نعوذ باللہ)

مرزا صاحب کا خدائی کا دعوٰے

لکھتے ہیں، رَاَیْتُنِیْ فِی الْمَنَامِ عَیْنَ اللہِ وَتَیَقَّنْتُ اَنَّنِیْ ھُوَ فَخَلَقْتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ یعنی میں نے خواب میں دیکھا، کہ میں ہو بہو اللہ ہوگیا ہوں، اور میں نے یقین کرلیا، کہ میں اللہ ہی ہوں، پھر میں نے زمین و آسمان پیدا کیا، (آئینہ کمالات اسلام صـ۵۶۴ و ۵۶۵)

مرزا صاحب کا گویا خدا کی بیوی ہونا

مرزا صاحب لکھتے ہیں، کہ بابو الٰہی بخش چاہتا ہے، کہ تیرا (یعنی مرزا صاحب کا) حیض دیکھے، لیکن مجھ میں حیض نہیں، بلکہ وہ بچہ ہوگیا ہے، اور ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ کے ہے (تتمہ حقیقۃ الوحی صـ۱۴۳)

مرزا صاحب کا خدا کا بیٹا ہونا

دیکھو، الہام مرزا صاحب اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ وَلَدِیْ۔ یعنی اے مرزا تو ہمارے بیٹے کی جا بجا ہے، (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶)

اور سنیئے! اَنْتَ مِنْ مَّاءِنَا وَھُمْ مِنْ فَشَلٍ یعنی اے مرزا تو ہمارے نطفہ سے ہے اور وہ خشکی سے ہے۔

مرزا صاحب کا خالق خدا ہونا

دیکھو مرزا صاحب کا الہام اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ (دافع البلاء، صفحہ ۶)

خدا مرزا صاحب کو کہتا ہے، کہ اے مرزا تو مجھ سے ہے، اور میں تجھ سے ہوں (یعنی میں تیرا خالق ہوں، اور تو میرا[1] خالق ہے۔

مرزا صاحب کا اہل بیت پر حملہ

(۱) لکھتے ہیں، "پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو، اب نئی خلافت لو، ایک زندہ علی تم میں موجود ہے، اس کو چھوڑتے ہو، اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو" (اخبار الحکم صفحہ ۴۲ جلد ۴ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۰ء)

(۲) کربلائیست سیر ہر آنم صد حسین است در گریبانم

(الحکم جون ۱۹۰۴ء)

(۳) وَقَالُوْا عَلَی الْحَسَنَیْنِ فَضَّلَ نَفْسَہٗ اَقُوْلُ نَعَمْ وَاللّٰہِ رَبِّیْ سَیُظْھِرُ

یعنی انہوں نے کہا، کہ اس شخص نے امام حسن اور امام حسین سے اپنے تئیں اچھا سمجھا، میں کہتا ہوں، ہاں میرا خدا عنقریب ظاہر کر دیگا (اعجاز المسیح اشعار قصیدہ)

وَاِنِّیْ قَتِیْلُ الْحُبِّ لٰکِنْ حُسَیْنُکُمْ قَتِیْلُ الْعِدٰی فَالْفَرْقُ اَجْلٰی وَاَظْھَرُ

یعنی میں محبت کا کشتہ ہوں، مگر تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے، پس فرق کھلا اور ظاہر ہے۔

بھائیو! انصاف سے کہو، کیا کسی مسلمان کے قلم و زبان سے یہ کلمات نکل سکتے ہیں

[1] [illegible]

اور کوئی انسان رسول الثقلین پر ایمان لاکر اپنے مقابلہ میں انکے قرۃ العینین کی اسطرح فضیحت کرسکتا ہے، وہ امام حسین علیہ السلام جنہوں نے اسلام کے پودے کی پرورش اپنے خون سے کی، جنہوں نے اسلام کیخاطر اپنی جان کو قربان کردیا، جو سید المرسلین کے نواسہ ہیں، اور جنہیں سید المرسلین نے اہل جنت کا سردار فرمایا ہے، اور نجات کیلئے کشتی نوح ؑ کے مثل ٹھیرایا ہے، انکی نسبت مرزا صاحب کہتے ہیں، کہ حُسَیۡنُکُمۡ تمہارا حُسین، یعنی ہمارا نہیں؟

اور پھر لکھتے ہیں، کہ میں محبّت کا کشتہ ہوں، اور امام حسین دشمنوں کے کُشتہ تھے، یعنی انہیں محبت الٰہی سے واسطہ نہ تھا، انکی شہادت محبت خدا کیوجہ سے نہیں ہوئی، میں کُشتہ محبّت خدا ہوں، کیونکہ میری زندگی امن و آرام اور چین و راحت سے گذرتی ہے، قورما پلاؤ کھانیکو اور مشک و زعفران استعمال کرنے کو ملتا ہے،

افسوس ایسی عقل پر؎

فخر کیا کرتا ہے، ایسی عقل پر
حشر میں روئیگا ایسے جہل پر

توہین انبیائے کرام

مرزا صاحب نے انبیائے کرام کی توہین میں جس قدر گستاخی اور بیباکی سے کام لیا ہے، لکھتے وقت طبیعت میں ایسا ڈر، ایسا خوف، اور ایسی دہشت پیدا ہوتی ہے، کہ قلم لکھنے سے رُک جاتا ہے، مگر مجبورًا آپ حضرات تک انکے عقائد پہونچانے کے لئے تحریر کیا جاتا ہے، ورنہ طبیعت ہرگز ہرگز اس بات کی مقتضی نہیں ہوتی، کہ ان الفاظ کو لکھا جائے۔

(۱) مرزا صاحب لکھتے ہیں، "بلکہ اکثر پیشگوئیوں میں ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں، کہ خود انبیاء کو ہی جنپر وہ وحی نازل ہو، سمجھ میں نہیں آسکتے" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۰)

(۲) ایک اور جگہ لکھتے ہیں، کہ "ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اسکی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی، اور وہ جھوٹے نکلے، اور بادشاہ کو شکست ہوئی، بلکہ وہ اُسی میدان میں مر گیا" (صـ ۶۲۹ ازالہ اوہام)

(۳) جسقدر حضرت مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں، اسقدر صحیح نہیں نکلیں، (صـ ۲ ازالہ اوہام)

(۴) "حضرت موسیٰ ع کی پیشگوئیاں بھی اُس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں، جس صورت پر حضرت موسیٰ ع نے اپنے دلمیں اُمید باندھی تھی (صـ ۸ ازالہ اوہام)

(۵) "جناب رسول خدا (صلعم) کی پیشگوئیوں میں بھی غلطی ہوئی (ازالہ اوہام حصہ دوم صـ ۲۴۳)

(۶) "جناب رسول خدا (صلعم) کا سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا، بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا، جس کو در حقیقت بیداری کہنا چاہیئے (ازالہ اوہام صـ ۴۷)

(۷) "مریم کا بیٹا کوشلیا کے بیٹے (رامچندر جی) سے کچھ زیادتی نہیں رکھتا (انجام آتھم صـ ۴۱)

(۸) یہ حضرت مسیح کا معجزہ (پرندے بنا کر انہیں پھونک مار کر اڑانا) حضرت سلیمان ع کے معجزہ کیطرح عقلی تھا، تاریخ سے ثابت ہے، کہ ان دنوں ایسے امور کیطرف لوگوں کے خیال جھکے ہوئے تھے، کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنیوالے تھے، (صـ ۳۰۲ ازالہ اوہام)

(۹) اس سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیے، کہ حضرت مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح اسوقت مخالفین کو یہ عقلی معجزہ دکھایا ہو، کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے، کہ اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں، کہ وہ بولتی بھی ہیں، اور ہلتی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں، بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں (صـ ۳۰۴ ازالہ اوہام)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سخت توہین

لکھتے ہیں، کہ عیسائیوں نے بہت سے معجزات آپکے لکھے ہیں، مگر حق بات یہ ہے

کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا، اور اس دن سے کہ آپنے معجزہ مانگنے والوں کو گالیاں دیں، اور اور انکو حرامکار اور حرامکی اولاد ٹھہرایا اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا، اور نہ چاہا کہ معجزہ مانگ کر حرامکار اور حرامکی اولاد بنیں، ممکن ہے کہ آپنے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شبکور وغیرہ کو اچھا کیا ہو، یا کسی اور ایسی بیماری کا علاج کیا ہو، مگر آپ کی بدقسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا، جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے خیال ہو سکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہونگے، اس تالاب سے آپکے معجزات کی پوری حقیقت کھلتی ہے، اور اسی تالاب نے فیصلہ کردیا کہ آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو، تو وہ آپ کا نہیں، بلکہ اسی تالاب کا معجزہ ہے، اور آپ کے ہاتھ میں سوائے مکروفریب کے اور کچھ نہیں تھا، پھر افسوس! نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں، جنکے خون سے آپکا وجود ظہور پذیر ہوا، مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی، آپ کا کنجریوں (یعنی کسبی عورتوں) سے میلان شاید اس وجہ سے ہو، کہ جدی مناسبت درمیان میں ہے، ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں سکتا، کہ وہ ان کے سر پر ناپاک ہاتھ لگائے، اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے، اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں، کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۵ و ۶ و ۷ و ۸)

مرزائیوں کے آگے جب یہ عبارت پڑھی جاوے، تو کہا کرتے ہیں، کہ مرزا صاحب نے یہ سب کچھ یسوع کو کہا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ گالیاں نہیں دیں، یہ ان کی محض دہوکہ دہی ہے، مرزا صاحب تو خود لکھ گئے ہیں، کہ "مسیح ابن مریم جنکو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں" (دیکھئے توضیح المرام ص۳ تقطیع خورد)

اب بتلائیے، کہ عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں نہیں دی گئیں، تو اور کس کو دی گئیں ہیں، کیوں دوسروں کی آنکھوں میں خاک ڈال رہے ہو؟

تیر پر تیر چلاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے
سینہ کسکا ہے، میری جان جگر کسکا ہے

آنحضرت (صلعم) کے معراج جسمانی سے انکار

"نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو ثابت کر رہا ہے، کہ کوئی انسان اپنے اس جسم خاکی کے ساتھ کرہ زمہریر تک ہی پہنچ سکے، پس اس جسم کا کرہ ماہتاب و آفتاب تک پہنچنا کسقدر لغو خیال ہے" (ص ۴۷ ازالہ اوہام)

قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں

لکھتے ہیں، "قرآن شریف جس بلند آواز سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے، ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا، مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے، لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر اُنپر لعنت بھیجتا ہے" (ص ۲۵ و ۲۶ ازالہ اوہام)

قرآن شریف قادیان میں نازل ہوا ہے

کشفی طور پر میں نے دیکھا، کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھکر باآواز بلند پڑھ رہے ہیں، پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا، اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ قَرِیْبًا مِنَ الْقَادِیَانِ، تو میں نے سنکر بہت تعجب کیا، کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے، تب میں نے نظر ڈالکر دیکھا، کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ پر شاید قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی ہے (دیکھو حاشیہ ازالہ اوہام ص ۳۸-۳۹ حصہ اول کلاں)

قرآن شریف کے معجزات مسمریزم ہیں

لکھتے ہیں، قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے، کہ بعض مردے زندہ ہو گئے تھے، جیسے وہ مردہ جسکا خون بنی اسرائیل نے چھپا لیا تھا، جب کا ذکر وَاِذْ قَتَلْتُمْ کی آیت میں ہے کہ اس گائے کے گوشت کی بوٹیوں سے جس کے ہاتھ سے مقتول کے جسم پر لگنے سے زندہ ہو گیا تھا، یا ہو جائیگا، وغیرہ وغیرہ، اس قصہ سے واقعی طور پر زندہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا بعض کا خیال ہے، کہ یہ صرف دھمکی تھی، تاکہ چور بیدل ہو کر اپنے تئیں ظاہر کردے، اصل حقیقت یہ ہے، کہ یہ طریق عمل الترب یعنی مسمریزم کا ایک شعبہ تھا (ص ۷۴۸ تا ۷۵۰ ازالہ اوہام)

حضرت مہدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نہیں آئینگے

لکھتے ہیں، کہ محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی یقینی امر نہیں (ص ۴۵۷ ازالہ اوہام)

دجال پادری ہیں، اور کوئی دجال نہیں آویگا

یہ امر پایہ ثبوت کو پہونچ گیا ہے، کہ مسیح دجال جس کے آنے کی انتظار تھی، یہی پادریوں کا گروہ ہے، جو ٹڈی کیطرح دنیا میں پھیل گیا ہے (ص ۴۹۵ و ۴۹۶ ازالہ اوہام)

دجال کا گدھا یہی ریل گاڑی ہے

لکھتے ہیں، کہ وہ گدھا دجال کا اپنا ہی بنایا ہوا ہوگا، پھر اگر وہ ریل نہیں تو اور کیا ہے (ص ۶۸۵ ازالہ اوہام)

یاجوج ماجوج کوئی نہیں

لکھتے ہیں، یاجوج ماجوج سے دو قومیں انگریز اور روس مراد ہیں، اور کچھہ نہیں (ص ۵۰۲ و ۵۰۸ ازالہ اوہام)

دابۃ الارض علماء ہونگے، اور کچھہ نہیں

لکھتے ہیں "دابۃ الارض علماء اور واعظین ہیں، جو آسمانی قوت اپنے میں نہیں رکھتے، آخر زمانہ میں انکی کثرت ہوگی (ص ۵۱۰ ازالہ اوہام)

آفتاب مغرب سے نہیں نکلیگا

لکھتے ہیں "مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنے رکھتا ہے، کہ ممالک مغربی آفتاب سے منور کئے جائیں گے، اور انکو اسلام سے حصہ ملیگا (ص ۵۱۵ ازالہ اوہام)

مرزا صاحب کا فتوےٰ

غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز نہیں

لکھتے ہیں، "اس کلام الٰہی سے ظاہر ہے، کہ تکفیر کرنیوالے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنیوالے ہلاک شدہ قوم ہے، اس لئے وہ اس لائق نہیں، کہ میری جماعت سے کوئی شخص انکے پیچھے نماز پڑھے، کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے، پس یاد رکھو، جیسا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی ہے، کہ تمہارے اوپر حرام

حرام ہے، اور قطعی حرام ہے، کہ کسی مکفر اور مکذب اور مردد کے پیچھے نماز پڑھو، بلکہ چاہیے، کہ وہی تمہارا امام ہو، جو تم میں سے ہو (تحفہ گولڑویہ صـ ۱۸)

مرزا صاحب کا فتویٰ

غیر احمدیوں سے مناکحت حرام ہے

میرے مرید کسی غیر مرید سے لڑکی نہ بیاہا کریں، (دیکھو فتاویٰ احمدیہ صـ ۷)

مرزا صاحب کا منکر کافر اور جہنمی ہے

لکھتے ہیں، "میرا منکر کافر ہے، (حقیقۃ الوحی صـ ۱۶۳)

میرے دوستو! مرزا صاحب کا کذب ہر طریقہ سے اظہر من الشمس ہو گیا، اور مرزا صاحب خود اپنے الہاموں اور پختہ اقراروں سے کاذب، مفتری اور ہر بد سے بدتر ثابت ہو گئے اور انکا جھوٹ آفتاب نیمروز کیطرح روشن ہو گیا، میں نہیں سمجھتا، کہ اس توضیح و تشریح کے بعد مرزا صاحب کو کاذب ماننے میں کونسی شے مانع ہے؟

اے امت مرزا! اگر تمہارے سینے میں دل، اور اس دل میں صداقت ہے، اگر تمہارے سر میں دماغ اور اس دماغ میں مادہ فہم و ادراک ہے، تو للہ سوچو، کہ کس قعر ضلالت میں پڑے ہوے ہو، خدا و رسول کے لئے اب تو اپنے حال پر رحم کرو، اور فوراً ان عقائد سے تائب ہو کر سچے مسلمان بن جاؤ،

اگر تمہارے قلوب و صدور میں صداقت نہیں رہی، اگر تمہارے دماغوں میں مادہ فہم و ادراک زائل ہو گیا ہے، اگر تمہاری آنکھوں میں مادہ بصیرت نہیں رہا، اگر تمہارے دل پتھر ہو گئے ہیں، اگر تمہارے ہر امر میں دست کفر اور زبان ریا شامل ہے، اگر تم میں حقیقت شناسی کی اک ٹھیس، بصیرت کی اک تڑپ، احساس صحیح و حق کا اک اضطراب ہی نہیں، اور اگر تمہارے گوش آواز حق اور صدائے اسلام کو نہیں سنتے

تو اللہ میاں کا جہنم بہت وسیع ہے ؎

درِ فیضِ محمد وا ہے، آئے جس کا جی چاہے
نہ آئے، آتشِ دوزخ میں جائے، جس کا جی چاہے

باب ششم

مسئلہ ختمِ نبوّت

تمام علماء اسلام کافۃً سلفاً و خلفاً اس مسئلہ میں متفق ہیں، کہ آنحضرت (صلعم) کی بعثت کے بعد کوئی نیا پیغمبر، کوئی جدید نبی اور کوئی رسول قیامت تک نہیں آئیگا نبوت و رسالت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہوگئی ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ یعنی محمد (صلعم) تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن اللہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے رسول اور سلسلہ نبوت کو ختم کرنیوالے ہیں۔

لفظ اَلنَّبِیّٖنَ مطلق ہے، علاوہ بریں الف لام استغراقی اسپر داخل ہے، اس آیت نے بعبارت النص فیصلہ کر دیا، کہ آپکے بعد کسی قسم کا کوئی نبی تشریعی ہو یا غیر تشریعی، مستقل ہو یا غیر مستقل، اصلی ہو ظلی، ہرگز نہیں آئیگا۔

چنانچہ تفاسیر مُسلّمہ تفسیر کبیر، خازن، مدارک اور بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں خاتم النبیین کی جو تفسیر کی گئی ہے، وہ بڑے زور سے تصریح بالا کی مؤید ہے، خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ میں دو لفظ ہیں، خاتم اور النبیین قرآن میں لفظ خاتم دو طرح سے آیا ہے، یعنی جناب رسول اللہ (صلعم) کی زبان مبارک سے اکثر پڑھنے والوں نے خاتِم کی ت کو زیر سے پڑھتے سنا ہے، اور بعض نے زبر سے پڑھتے سنا ہے، یعنی بعض نے بالفتح پڑھا ہے، اور اکثر نے بکسر پڑھا ہے، جیساکہ تفسیر فتح البیان وغیرہ سے ظاہر ہے، کلام عرب میں خاتم خاتِم کے چند معنے آتے ہیں، مہر کو بھی خاتم کہتے

کہتے ہیں، اور انگوٹھی کو بھی اور آخری کو بھی، مگر عرب کی بول چال میں جب یہ لفظ کسی جماعت کیطرف مضاف ہو، تو اسحالت میں اس کے ایک ہی معنے ہوتے ہیں، مثلاً خاتم القوم جب کہیں گے، تو اس کے یہی معنے ہونگے، کہ ساری قوم کے آخر میں آنیوالا۔ اور یہ ظاہر ہے، کہ قرآن پاک میں لفظ خاتم النبیین وارد ہے، یعنی لفظ خاتم النبیین کیطرف مضاف واقع ہوا ہے، تو اس کے معنے آخر النبیین ہی ہونگے، دوسرے معنے نہیں ہوسکتے، چنانچہ کتاب لسان العرب جو اہل عرب کے نزدیک نہایت معتبر اور مستند لغت ہے، اسمیں محاورہ عرب سے اس کے معنے آخر کے بیان کرکے قرآن مجید کی یہی آیت نقل کی ہے، جو زیر بحث ہے، اسمیں خاتم النبیین کے معنے اسطرح بیان کئے گئے ہیں اٰخِرُھُمْ یعنی تمام انبیاء کے آخر میں آنے والے اس کے سوا کوئی دوسرے معنے نہیں کئے، اس کی پوری عبارت ملاحظہ ہو۔

خِتَامُ الْقَوْمِ خَاتِمُھُمْ وَخَاتَمُھُمْ اٰخِرُھُمْ وَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاتِمُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِ وَ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَ الْخَاتِمُ وَالْخَاتَمُ مِنْ اَسْمَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ فِی التَّنْزِیْلِ الْعَزِیْزِ مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ ای اٰخِرُھُمْ (لسان العرب حصہ ۱۵ مطبوعہ مصر ص ۵۵)

ختام القوم اور خاتِم القوم (ت کی زیر) اور خاتَم القوم (ت کی زبر) آخر قوم کو کہتے ہیں (یعنی جب لفظ ختام، خاتِم اور خاتَم کو ایک جماعت کیطرف مضاف کریں، تو اس کے معنے آخر اور انتہا کے ہوتے ہیں،) آنحضرت (صلعم) خاتم الانبیاء ہیں، اور خاتِم اور خاتَم دونوں آپکے نام ہیں، اور قرآن شریف میں جو مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ آیا ہے وہاں خاتم النبیین کے معنے آخِرُ النَّبِیِّیْن کے ہیں۔

اسی طرح قاموس، تاج العروس، مجمع البحار اور منتہی الارب میں بھی خاتَمُ النبیین کے معنے آخِرُ النَّبِیِّیْن کے لکھے ہیں اور جب یہ لفظ قرآن مجید کا ہے، اور جنکی زبان میں قرآن مجید نازل ہوا ہے، ان کا قطعی فیصلہ ہے، کہ اس کے معنے آخِرُ النَّبِیِّیْن کے ہیں، تو کلام الٰہی کے نص قطعی سے ثابت ہوگیا، کہ آنحضرت (صلعم) آخری نبی ہیں اور

آپکے بعد کسی کو نبوت کا مرتبہ نہیں ملیگا، اسکی وجہ یہ ہے، کہ ہر انسان، ہر متنفس اور ہر بشر پر یہ روشن ہو جائے، کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و ہدایت کا ماہتاب قیامت تک روشن رہیگا، آپکے خادم علمائے اُمت اُسی روشنی سے مستفید ہو کر ساری اُمت کو فائدہ پہنچاتے رہیں گے، اور یہ علماء ورثۃ الانبیاء کے معزز خطاب سے مشرف رہیں گے، یہ وہ عزت اور مرتبہ ہے، جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر کسی نبی کو نہیں ملا، اس آیت سے بالیقین ثابت ہو گیا، کہ آپ پر نبوت ختم ہے، اور جو آپکے بعد دعویٰ نبوت کرے، وہ کذاب اور مرتد ہے، اسکی تصدیق و تفصیل جناب رسول خدا (صلعم) نے خود اپنی زبان مبارک سے فرما دی ہے، اور ایسے جھوٹے مدعیان نبوت کے متعلق پیشگوئی کی ہے، جو آپکے بعد نبوت کا دعویٰ کرینگے،

چنانچہ ارشاد ہے،

وَاَنَّہٗ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیُّ اللّٰہِ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (مسلم، ترمذی، ابوداود)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ بلا شبہ میری اُمت میں تیس جھوٹے ہونگے، اور ہر ایک دعویٰ کریگا، کہ میں خدا کا رسول ہوں، حالانکہ میں تمام انبیاء کا ختم کرنے والا ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔

اس حدیث میں پہلے آنحضرت (صلعم) اپنی اُمت کے مدعیان نبوت کو جھوٹا فرما کر اُنکے جھوٹے ہونیکی دلیل میں وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ فرمایا، جسکا حاصل یہ ہوا، کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں مجھے خاتم النبیین فرمایا ہے، جسکے معنے آخر النبیین کے ہیں، مگر حضور علیہ والسلام نے اسکی دوسری تفسیر بیان کرنیکی غرض سے الفاظ بدل دیئے ہیں، اور لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ فرمایا ہے، یعنی میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئیگا،

لفظ نبی نکرہ ہے، جو ہر قسم کے نبی کو شامل ہے، یعنی جس پر نبی کا لفظ بولا جائے خواہ وہ تشریعی ہو، یا غیر تشریعی، ظلی ہو یا بروزی، طفیلی ہو یا غیر طفیلی، پھر اسپر لانفی کا لا کر یہ فرما دیا، کہ کسی قسم کا کوئی نبی میرے بعد نہیں آئیگا، یعنی کسی انسان کو کسی قسم کا نبوت کا مرتبہ ہرگز نہیں ملیگا۔

یہ حدیث، ترمذی، ابوداؤد وغیرہ وغیرہ صحاح ستّہ کی متعدد اور مستند
کتب میں متعدد صحابہ کرام سے منقول ہے، یہ حدیث کئی وجہ سے قابل غور ہے۔
اول یہ کہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو باتوں کی پیشگوئی فرماتے
ہیں، ایک یہ کہ میرے بعد جھوٹے مدعی نبوت آئینگے،
دوسرے یہ کہ میرے بعد کوئی سچا نبی مبعوث ہونیوالا نہیں، اس مدعا کو مختلف
اوقات میں متعدد طریقوں سے آپنے فرمایا ہے۔

صحیح بخاری میں قرب قیامت کی علامت میں ہے

يُبْعَثُ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبٌ مِّنْ ثَلٰثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ

یعنی قیامت کے قریب تیس جھوٹے دجال اُٹھیں گے، اور ہر ایک رسالت کا دعوےٰ کریگا۔

ترمذی میں ہے

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ كَذَّابُوْنَ دَجَّالُوْنَ قَرِيْبٌ مِّنْ ثَلٰثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ

یعنی جب تک دنیا میں تیس کے قریب جھوٹے دجال جو دعوائے نبوت کریں پیدا نہ ہولیں، قیامت قائم نہ ہوگی۔

صحیح مسلم میں جابر بن سمرۃ سے روایت ہے

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِيْنَ فَاحْذَرُوْهُمْ

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، کہ میں نے جناب رسولخدا (صلعم) سے سنا، کہ آپنے اپنی تمام امت سے فرمایا، کہ قیامت کے قریب جھوٹے مدعی نبوت ہونیوالے ہیں، اُنسے بچو

دیکھئے! جھوٹوں کے آنے اور انسے بچنے کی تاکید کسطرح ہورہی ہے، مگر کسی
جدید نبی کے آنے اور اسپر ایمان لانے کا ذکر کسی حدیث میں نہیں آیا، حالانکہ اسکا ذکر
بھی ضروری تھا، بلکہ اس کے برخلاف لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ اکثر جگہ آیا ہے۔
اب مرزائی صاحبان کا احادیث صحیحہ قطعیہ کے مقابلہ میں قول لَا فَتٰى اِلَّا
عَلِيْ لَا سَيْفَ اِلَّا ذُو الْفِقَارِ کو پیش کر کے یہ کہنا، کہ لا نفی جنس کیواسطے ہمیشہ

نہیں ہوتا، جیسے اوپر کی مثال میں لانفی جنس سیف پر نہیں، اسیطرح لانفی جنس نبوت پر نہیں، یہ سراسر غلط اور کم عقلی و کم فہمی پر مبنی ہے۔

اول تو اس موقعہ پر یہ مثال پیش کرنا غیر محل ہے، کیونکہ حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِی میں اِلَّا حرفِ استثناء نہیں۔

دوسرے یہ کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِی کو خاص کرنا ایسا ہی ہے، جیسے کوئی بت پرست لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کو خاص کرکے یہ معنے کرے، کہ جو معبود عالی مرتبہ ہے، وہ اللہ ہے، اِس سے چھوٹے معبودوں کی نفی نہیں ہوتی، جو کم مرتبہ کے ہیں۔

اب اگر مرزائی صاحبان بت پرستوں کے شریک اور کلمہ طیبہ کے لائے نفی جنس میں خصوصیت کے قائل ہوں، اور چھوٹے معبودوں کو مانیں، تو ہم آپ سے خطاب چھوڑ دینگے، اور اگر وہ انکے معبودوں کو تسلیم نہ کرینگے، اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے عام معبودوں کی نفی ثابت کرینگے، تو لَا نَبِیَّ بَعْدِی میں بھی آپ کو عام نفی ماننی پڑیگی،

اچھا! اسکو چھوڑیئے، اور سنئے، آپ فرماتے ہیں فَاِنِّی اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ (صحیح مسلم) یعنی اسمیں شبہہ نہیں، کہ میں تمام انبیاء کے آخر میں ہوں، اس جگہ میں تو لَا نَبِیَّ بَعْدِی کیطرح لائے نفی جنس نہیں، یہاں تو لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی کا فریب کچھ چل نہیں سکتا،

ایک اور جگہہ وارد ہے،

اَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ (بخاری و مسلم)

جناب رسول اللہ (صلعم) فرماتے ہیں، کہ میں عاقب ہوں، اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

ایک اور جگہ ہے۔

لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ (بخاری و مسلم)

رسول اللہ (صلعم) فرماتے ہیں، کہ نبوت کا کوئی شائبہ باقی نہیں رہا، مگر مبشرات صحابہ کرام نے دریافت کیا، کہ مبشرات کیا ہیں، آپنے فرمایا، سچی خوابیں۔

یعنی نبوت کا کوئی حصہ، کوئی شعبہ، اور کوئی جز باقی نہیں رہا، صرف عمدہ خوابیں باقی ہیں، اسکا حاصل یہ ہوا کہ نبوت کے اجزا میں سے جن کا ہونا نبی کے لئے ضروری ہے، کوئی جز کسی کو نہ ملیگا، صرف ایک حصہ اس کا امت محمدیہ کے نیک لوگوں میں پایا جائیگا، یعنی صالحین امت محمدیہ خواب دیکھا کرینگے، اس صحیح ترین حدیث نے ظلی، بروزی ہر طرح کی نبوت کی نفی کر دی، اور نہایت صاف طور سے ثابت کر دیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو کسی طور کی نبوت کا مرتبہ نہیں ملیگا۔

صحیح ابن ماجہ میں دجال کے بیان میں ایک طویل حدیث مذکور ہے، اسمیں آنحضرت (صلعم) نے نہایت ہی صفائی سے اپنی اُمت سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے۔

اَنَا آخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ (ابن ماجہ باب فتنۃ الدجال)	یعنی میں تمام انبیاء کے آخر میں ہوں، اور تم تمام امتوں کے آخر میں ہو،

یعنی آپ فرماتے ہیں، کہ نہ میرے بعد کوئی نبی ہے، اور نہ تمہارے بعد کوئی اُمت یعنی اُمت محمدیہ کے بعد کوئی مرزائی یا غلامی یا احمدی امت نہ ہوگی۔

یاد رہے، کہ آنحضرت (صلعم) نے یہاں اپنے آپ کو آخر الانبیاء فرمایا ہے جس کے معنے ہر خاص و عام یہی سمجھتا ہے، کہ ہمارے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سب انبیاء کے آخر میں تشریف لائے، آپکے بعد کسی کو نبوت نہیں ملیگی،

اسی حدیث کا دوسرا جملہ یعنی اَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ پہلے جملہ کی بڑے زور سے تاکید و تشریح کر رہا ہے، کیونکہ جب کوئی نبی آتا ہے تو اس کی امت خاص ہوتی ہے، اور جب اُمت محمدیہ کے بعد کوئی اُمت ہے ہی نہیں، تو کوئی نبی بھی نہیں ہو سکتا۔

چونکہ قادیانی حضرات کو حقانیت، فہم، ادراک اور سمجھ سے کچھ واسطہ نہیں، اور زبان درازی میں بہت مشاق ہیں، اسلئے وہ اس حدیث کے جواب میں دوسری حدیث اپنی ناسمجھی سے پیش کیا کرتے ہیں، حالانکہ وہ بڑے زور سے ختم نبوت کو ثابت کرتی ہے،

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنِّیْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَاِنَّ مَسْجِدِیْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ (صحیح مسلم)	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ میں آخر الانبیاء ہوں، اور میری مسجد آخری مسجد ہے

اس حدیث کو پیش کر کے کہا کرتے ہیں، کہ جسطرح اس حدیث میں رسول اللہ صلعم نے اپنی مسجد کو آخری مسجد کہا ہے، حالانکہ آپ کی مسجد کے بعد ہزاروں مسجدیں بنیں، اور بنتی رہینگی، اسیطرح آپنے اپنے آپکو آخر الانبیاء کہا ہے، جس طرح آپکی مساجد کے بعد اور مساجد بنیں، اسیطرح آپکی اُمت کے بعد اور انبیاء بھی ہونگے۔

میرے دوستو! یہاں بالکل غلط مطلب نکالکر اور عوام الناس کو دہوکا دیاگیا ہے، لو مجھ سے صحیح مطلب سُنو، حضور نہایت تاکید سے فرماتے ہیں، کہ میں آخر الانبیاء ہوں، اور چونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا، لہذا میری مسجد انبیاء کی مساجد کی آخر ہے، چنانچہ دوسری حدیث اس کی موید ہے۔

اَنَا خَاتِمُ الْاَنْبِیَاءِ وَمَسْجِدِیْ خَاتِمُ مَسَاجِدِ الْاَنْبِیَاءِ کنز العمال ج ۶ ص ۲۵۶	یعنی میں تمام انبیاء کے آخر ہوں اور میری مسجد تمام انبیاء کی مساجد کے آخر میں ہے، (یعنی میرے بعد نہ کوئی نبی ہونے والا ہے، اور نہ کوئی نبی کی مسجد ہوگی۔

چونکہ ایک حدیث دوسری حدیث کی مفسر ہوتی ہے، فَاِنَّ الْحَدِیْثَ یُفَسِّرُ بَعْضُہٗ بَعْضًا لہذا معلوم ہوا، کہ آخر المساجد کے معنے اٰخِرُ مَسَاجِدِ الْاَنْبِیَاءِ کے ہیں، ؎

سنبھل کر پاؤں رکھنا میکدے میں شیخ جی صاحب
یہاں پگڑی اُچھلتی ہے، اِسے میخانہ کہتے ہیں

ایک اور حدیث میں حضور فرماتے ہیں، کہ میرے بعد کسی کو نبوت کا مرتبہ نہیں ملیگا، البتہ خلفاء ہونگے، جو امت محمدیہ کی سیاسی خدمات کو انجام دینگے، چنانچہ ارشاد ہے،

کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُہُمُ الْاَنْبِیَاءُ کُلَّمَا ھَلَکَ نَبِیٌّ خَلَفَہٗ نَبِیٌّ وَاِنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَسَیَکُوْنُ الْخُلَفَاءُ (بخاری ص ۴۹۱)	بنی اسرائیل پر انبیاء حکومت کرتے تھے جب کسی نبی کا انتقال ہوتا، تو اُسکی جگہ دوسرا نبی اسکا جانشین ہوتا تھا، مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، البتہ خلفاء ہونگے اور وہ سیاست کرینگے

الغرض حضور نے اس حدیث میں اپنے بعد مطلقاً ہر طرح کے نبی کے آنیکی نفی اسطرح فرمادی، کہ کوئی شبہ باقی نہیں رکھا، اور صاف طور پر فرمادیا، کہ نبی نہیں آئیں گے، بلکہ خلفاء ہونگے، اس سے زیادہ اور کیا تصریح و تشریح اور توضیح ہو سکتی ہے۔

ایک اور جگہ حضور ارشاد فرماتے ہیں۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِیَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَیَتَعَجَّبُوْنَ لَهٗ وَیَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ (مشکوٰۃ)

یعنی جناب رسول اللہ (صلعم) نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری اور کل انبیاء سابقین کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص نے ایک نہایت عمدہ مکان بنا کر اسکے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی، لوگ اسکے مکان کے چاروں طرف گھومتے اور اسکو تعجب کی نگاہ سے دیکھتے اور کہتے ہیں، اس ایک اینٹ سے اس مکان کی تکمیل کیوں نہیں ہوئی، میں وہی ایک اینٹ تعمیر نبوت کا متمم اور مکمل ہوں اور آخر النبیین ہوں،

اس تمثیل میں خاتم النبیین کے معنے اور مسئلہ ختم نبوت کو اس درجہ صاف وشفاف کردیا ہے، کہ کسی مومن حق پسند کو ہرگز ہرگز شک وشبہ باقی نہیں رہتا۔

قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ (صلعم) سے مثل روز روشن کے ظاہر ہوگیا کہ نبی (صلعم) کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا، آپکی نبوت، آپکی رسالت اور آپکی شریعت کا آفتاب قیامت تک چمکتا رہیگا، اور یہ بھی ظاہر ہوگیا، کہ آپکے بعد اُمتی وغیر اُمتی جو نبوت کا مدعی ہو، وہ مفتری اور کذاب ہے۔

ایک اور حدیث میں صاف طور سے آیا ہے،

اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ اِنْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (صحیح مسلم)

آپ نے فرمایا، کہ رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی، میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا، اور نہ نبی

ایک اور جگہ فرمایا۔

لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ (رواہ الترمذی)

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا، تو عمر بن خطاب ہوتے۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہو رہا ہے، کہ رسول اللہ (صلعم) کے بعد کوئی نبی

غیر تشریعی بھی نہیں ہوگا، اس واسطے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں احکام خداوندی انجام کرنیوالے تھے، باین وجہ اگر نبی ہوتے تو نبی غیر تشریعی ہوتے، اور یہ بھی معلوم ہوا، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں نبوت کی پوری قابلیت تھی، ایسے لوگ امم سابقہ میں نبی غیر تشریعی ہوتے تھے، باوجود اس کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی غیر تشریعی کیوں نہیں ہوئے؟ اسلئے کہ آپ خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی غیر تشریعی بھی نہیں ہوگا۔

بخاری و مسلم میں سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے، کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھٰرُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ	تمہاری نسبت میرے ساتھ ویسی ہے جیسی ہاروں کو موسیٰؑ کے ساتھ تھی، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا،

اور یہ ظاہر ہے، کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت تھے، اور حضرت ہاروں علیہ السلام نبی غیر تشریعی اور ان کے تابع تھے، جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ہاروں علیہ السلام سے تشبیہہ دی، اور فرمایا، کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، یعنی حضرت ہاروں علیہ السلام تو نبی غیر تشریعی تھے، اور میرے بعد چونکہ کوئی نبی تشریعی ہو، یا غیر تشریعی ہونے والا نہیں ہے، اور تم باوجود مشابہت حضرت ہاروں ولیاقت نبوت کے نبی غیر تشریعی نہیں ہوسکتے۔

مقام غور ہے، کہ جب حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی غیر تشریعی نہ ہوئے، تو دوسرا شخص عربی ہو یا فارسی، افریقی ہو یا ہندی، پنجابی ہو یا مدراسی بنگالی ہو یا نیپالی، کس طرح نبی غیر تشریعی ہوسکتا ہے؟

باقی رہا یہ معاملہ کہ باوجود ان نصوص قطعیہ اور ان احادیث صحیحہ کے مرزائی حضرات کا قرآن شریف کی اس آیت کو امکان نبوت کی دلیل سمجھکر اپنے موافق اُلٹا مطلب نکالکر کے پیش کرنا یہ صریح دھوکا دہی ہے،

آیت یہ ہے۔

يَا بَنِيْ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيَاتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ اے آدم کی اولاد اگر تمہارے پاس رسول آئیں، تمہاری جنس کے، اور میری نشانیاں تم سے بیان کریں، جو انہیں سنکر خدا سے ڈرا اور اپنی اصلاح کی، انہیں کسی بات کا خطرہ نہیں۔

اس آیت میں کئی لفظ قابل غور ہیں، اول یَا بَنِيْ اٰدَمَ یہ خطاب عام بنی آدم سے ہے، یا خاص اُمت محمدیہ سے، اسپر غور کرنے کے لئے دیکھا جاے، کہ یہ آیت سورہ اعراف کے چوتھے رکوع میں ہے، اب اس کے اوپر دیکھا جائے، کہ اس کے دوسرے رکوع سے حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر ہے، اور سارے رکوع میں انہیں کا قصہ ہے، اور جب حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول کی، تو اسوقت فرمایا،

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ

تم میاں بی بی اور شیطان تینوں بہشت سے نیچے اُتر جاو، تم میں ایک کا دشمن ایک ہے، اور تمہیں زمین پر رہنا ہوگا، اور تمکو وہیں زندگی بسر کرنی ہوگی، اسی میں مروگے اور اسی میں سے دوبارہ نکالکر کھڑے کئے جاؤگے۔

آگے چلکر اولاد آدم کو مخاطب کرکے فرمایا ہے۔

يَا بَنِيْ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ

یعنی اے اولاد آدم ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا، جو کہ تمہارے پردہ دار بدن کو بھی چھپاتا ہے۔

اب بتلایئے، کہ کون عقل کا اندھا کہ سکتا ہے، کہ یہ آیت آدم علیہ السلام کے قصہ سے متعلق نہیں، باقی رہا، اب یہ حیلہ تراشنا، کہ یَا حرف نداء ہے، جسکا منادی حاضر الوقت ہوا کرتا ہے، اسواسطے قرآن کے نزول کیوقت کہ بَنِيْ اٰدَم ہی مراد ہو سکتے ہیں یہ بالکل غلط ہے، کیونکہ خدا تعالےٰ کے نزدیک کوئی شے غائب نہیں، اس کی قدیم

ذات کے آگے ہر ایک زمانہ حاضر ہی ہے، خداوند تعالےٰ قرآن شریف میں جب کوئی قصہ بیان فرماتا ہے، تو ایسے طریقہ سے فرماتا ہے، کہ گویا مخاطب حاضر ہے۔

چنانچہ ذیل کی آیت شاہد ہے۔ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَاَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ

اے بنی اسرائیل ہمارے وہ احسانات یاد کرو، جو ہم تمپر کر چکے ہیں، اور اسبات کو بھی کہ ہمنے تمکو جہان کے لوگوں پر ہر طرح کی فوقیت دی۔

اب تبلائیے، کہ کیا جن لوگوں کو اس آیت میں خطاب ہے، کیا وہ موجودہ خطاب کے وقت تھے، اور انکی فضیلت ساری دنیا پر ایسی ہی تھی، یا یہ خطاب اُمت محمدیہ کو ہے؟ ہرگز نہیں تو پھر اِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ کا خطاب کس دلیل سے ہو سکتا ہے، اب ہم ذیل میں قرآن شریف کی دوسری آیات جو اس پیش کردہ آیت کی تفسیر کرتی ہیں، اور جو اسیطرح قریب قریب انہی الفاظ میں قصہ کے طور پر نازل ہوئی ہیں، درج کرتے ہیں۔

(۱) قُلۡنَا اهۡبِطُوۡا مِنۡهَا جَمِيۡعًا ‌ۚ فَاِمَّا يَاۡتِيَنَّكُمۡ مِّنِّىۡ هُدًى فَمَنۡ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ

ہمنے حکم فرمایا، کہ نیچے جاؤ، اس بہشت سے سب کے سب، پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس کسی قسم کی ہدایت آوے، سو جو شخص اس ہدایت کی پیروی کریگا سو انپر نہ کچھ اندیشہ ہوگا، نہ ایسے لوگ غمگین ہونگے

(۲) قَالَ اهۡبِطَا مِنۡهَا جَمِيۡعًۢا‌ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ‌ ۚ فَاِمَّا يَاۡتِيَنَّكُمۡ مِّنِّىۡ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشۡقٰى

اللہ تعالےٰ نے فرمایا، کہ دونوں کے دونوں جنت سے اُترو، اور دنیا میں ایسی حالت میں جاؤ، کہ ایک کا ایک دشمن ہوگا، پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس کسی قسم کی ہدایت آوے، سو جو شخص میری ہدایت کی اتباع کریگا، وہ نہ گمراہ ہوگا، اور نہ شقی

(۳) اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَيۡكُمۡ يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّيۡطٰنَ

اے اولاد آدم کیا میں نے تمکو تاکید نہیں کر دی تھی، کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا۔

یہ خطاب بنی آدم کو تھا، اور عہد بھی انہی بنی آدم سے لیا گیا تھا، کہ شیطان کی تابعداری نہ کرنا، جب قرآن شریف کی دوسری آیات اس پیش کردہ آیت سے مشابہت و موافقت رکھتی ہیں، تو پھر اس آیت کو ہمیشہ رسولوں کے آنیکے واسطے نص سمجھکر قرآن میں تعارض پیدا کرنا

کسی مسلمان کلمہ گو کا کام نہیں، کیا یہ کل مذاہب اسلام کا مسلمہ اصول نہیں، کہ ایسے معنے کسی آیت کے نہ کئے جائیں، جو قرآن شریف کی دوسری آیات کے بر خلاف ہو کر تعارض پیدا کریں

دوسرے ہم یہ کہتے ہیں، کہ اگر یہ آیت آئندہ آنیوالے رسولوں کے آنیکے واسطے نص قطعی ہے، تو ثابت ہوا، کہ حضرت خاتم النبیین اس آیت کے معانی نہ سمجھے تھے، کیونکہ حضور تو لَا نَبِیَّ بَعْدِی ہی سناتے رہے، نعوذ باللہ کسقدر باطل عقیدہ ہے۔

تیسرے یہ کہ ہر مسلم فرقہ کا مسلمہ اصول ہے، کہ وحی الٰہی کا مطلب جو صاحب وحی سمجھتا ہے وہی درست ہے، رسول اللہ (صلعم) تو بانگ دہل پکار رہے ہیں، کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا، چنانچہ جیسا مختلف احادیث سے جو پہلے بیان ہو چکی ہیں، ظاہر ہو رہا ہے، اب اسکے خلاف اسکی تفسیر کرنا جہنم میں اپنا گھر بنانا ہے۔

چوتھے اگر سلسلہ انبیاء و رسل جاری ہے، تو جسقدر کذاب مدعیان نبوت و رسالت آنحضرت کے بعد گذرے ہیں، وہ سب کے سب اس آیت سے تمسک کر کے سچے ہو سکتے ہیں، جس سے مرزا صاحب اور اُنکی اولاد سب کے سب کافر ہونگے، کیونکہ اُنہوں نے ان مدعیان نبوت کو نہیں مانا، اور نیز اب عبداللطیف گناچوری نے جو رسالت کا دعوٰی کیا ہے، اسے بھی ضرور ماننا چاہیے، قادیانی جماعت اُنکو کیوں نبی نہیں مانتی؟ اس کے انکار سے کیوں کافر ہو رہی ہے؟

پانچویں اگر اس آیت سے آیندہ آنے والے رسول مراد ہیں، تو پھر یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیَاتِیْ کے معانی کیا کرو گے؟ کیونکہ تم مرزائی حضرات تو خود تسلیم کرتے ہو، کہ مرزا صاحب کوئی کتاب اور شریعت نہیں لائے، تو ثابت ہوا، کہ رسول جو آنیوالے ہیں، وہ بقول آپ کے کتاب اور شریعت نہیں لائینگے، اس آیت میں یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیَاتِیْ ہے، لہذا یہ رسول وہی ہیں، جو ابتداء آفرینش سے شروع ہوئے اور حضرت خاتم الرسل پر ختم ہوئے، اور آپکا استدلال اس آیت سے غلط ہے

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

قد تم الکتاب المستطاب بعون الملک السموٰت والارضین الذی ارسل آخر النبیین لیہتدی بہ من لہ قلب سلیم اللھم اجعلہ نوراً وھدایۃ لمن اتبع غیر سبیل المسلمین سبیل الطاغین المفسدین الضالین المضلین

رسالہ "الفیض" امرتسر

دور حاضرہ میں افراط و تفریط کا مرض متعدی کثرت سے پھیل گیا ہے، مصیبت کی گھٹائیں چھا رہی ہیں کفر و الحاد کے بادل امنڈ رہے ہیں، ارتداد کی بجلیاں کوند رہی ہیں، لوگ اسلام کے زریں اصولوں کو فراموش کر رہے ہیں، ان حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم نے مذکورہ بالا نام کا ایک ماہوار اردو رسالہ زیر نگرانی حضرت **مولانا نور احمد صاحب مدظلہ العالی اور محمد سلیمان بی۔ اے و ابو البیان محمد داؤد پسروری** ابنا حضرت مولانا صاحب کے تحت اشاعت جاری کیا ہے، تاکہ ہر شخص گھر بیٹھے دلدادگان جادہ شریعت و طریقت عاشقان خداوندی اور عارفان الٰہی کے پاکیزہ خیالات و ملفوظات اور انکی زندگی کے قابل قدر صحیح حالات کے مطالعہ سے اپنے ایمان و اسلام کی گرانقدر دولت کو اغیار کے تصرف سے محفوظ و مامون کر سکے۔

یہ رسالہ اسلامی تاریخی، اخلاقی، ادبی علمی اور صوفیانہ مضامین کا بیش بہا ذخیرہ ہے، دور حاضرہ کی ضروریات کے مناسب مسائل فقہیہ مطابق اصول شرعیہ کا پیش کرنا اسکا عین منشا ہے، اسمیں حضرات انبیاء کرام و صحابہ و اہل بیت عظام و دیگر پیشوایان دین و ہادیان دین متین کی سوانح درج ہوتی ہیں ان کے ملفوظات، تجربات، عملیات اور انکی چیدہ چیدہ تصانیف کے سلسلہ وار اردو ترجمے شائع ہوتے ہیں تاریخ اسلام کے حیرت انگیز واقعات اور مختلف ممالک میں اسلامی تمدن کے عظیم الشان اثرات اور مسلمانوں کی وہ وہ علمی، ادبی، صنعتی، اور تجارتی خدمات جو کہ نوع انسانی کے لئے مایہ افتخار ہیں، اسمیں درج ہوتی ہیں، نیز بڑے بڑے علماء کرام اور بزرگان وقت کے مضامین سے لبریز ہوتا ہے، نیز عقائد اسلامی اور احکام دینی عقلی اور نقلی رنگ میں پیش کرنا، قرآن و حدیث فقہ و ارشادات ائمہ صحیح طور پر مسلمانوں تک پہنچانا اور مخالفین کو معقول و مہذبانہ جواب دینا اسکا مقصد اعلیٰ ہے۔

رسالہ بلحاظ کاغذ اور لکھائی چھپائی حتی الامکان نہایت ہی عمدہ ہے، اور ٹائیٹل اعلیٰ رنگین ۲۰×۲۶ سائز کے چھتیس ۳۶ صفحوں پر شائع ہوتا ہے

سالانہ قیمت مع محصولڈاک صرف تین روپیہ (۳ روپے) ممالک غیر سے سات شلنگ

اگر آپنے صوفیانہ رزم و بزم کے جلوے دیکھنے ہوں، اور صدیوں گذشتہ کے نامور بزرگوں کی محفل کا کیف شائق کرنا ہو تو جلد از جلد اس رسالہ کے خود بھی مستقل خریدار بنیں، اور دیگر احباب کو بھی خریدار بننے کی ترغیب دیں۔

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ "الفیض" چوک فرید امرتسر (پنجاب)